جلد 21 شمارہ 1—2

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

صلح / تبلیغ 1359 ھش
جنوری / فروری 1980ء

ایڈیٹر

پروفیسر ناصر احمد پروازی



مجلس انصاراللہ کے رکن خصوصی پروفیسر عبدالسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صفر / ربیع الاول سنہ ۱۴۰۰ھ — صلح / تبلیغ ۱۳۵۹ھش

جنوری / فروری سنہ ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر

پروفیسر ناصر احمد پرواز ی

پاکستان : قیمت سالانہ ۱۵ روپے فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ
غیر ممالک : بذریعہ ہوائی ڈاک ۱۰۰ روپے بحری ڈاک ۴۰ روپے

فہرست

پبلشر چوہدری محمد ابراہیم ۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۱ | ماہنامہ اَنصارُ اللہ ربوہ | شمارہ ۲،۱

اِبتدائیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ماہنامہ انصار اللہ کی اکیسویں جلد کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس جلد کے ساتھ ہی آپ کو اِس رسالہ کے مزاج اور معیار میں بھی کچھ تبدیلی محسوس ہو گی۔ اب تک یہ صرف ایک تربیتی مجلّہ تھا مگر اب وقت کے تقاضوں اور صدرِ محترم کی خواہش کے مطابق ہم اِسے تحقیقی، علمی اور تربیتی مجلّہ بنانا چاہتے ہیں۔ امّید ہے کہ جماعت کے اکابر علماء اور محقّقین کا تعاون ہمیں حاصل رہے گا اور ہم اپنے قارئین کی بہتر رنگ میں خدمت کر سکیں گے۔ وَمَا تَوۡفِیۡقُنَا اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔

جنوری اور فروری ۱۹۸۰ء کا یہ شمارہ تین مختلف حصوں پر مشتمل ہے:۔

۱۲ ربیع الاوّل سیّدِ وُلدِ آدم، خاتم النّبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ پیدائش ہے اِس سلسلہ میں ہم حضرت مرزا بشیر احمدؓ کے افادات میں سے سیرۃ خاتم النّبیّینؐ کا ایک حصّہ درج کر رہے ہیں۔

۲۰ فروری یومِ مصلح موعودؓ ہے اس کے تعلق میں صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی سیرۃ

فضلِ عمرؓ کا ایک غیر مطبوعہ باب شائع کیا جا رہا ہے۔

۱۹۷۹ء کا سال جماعتِ احمدیہ کے لئے عموماً اہلِ پاکستان اور تمام عالمِ اسلام کے لئے خصوصاً ایک اہم سال ہے کہ اِس سال کے اواخر میں اسلام کے ایک نامور فرزند نے ایک بار پھر اہلِ عالم پر آشکارا کر دیا ہے کہ اہلِ اسلام اپنی کھوئی ہوئی میراثِ علمی کو حاصل کرنے کے لئے مستعد ہیں اور ذہنی رفعتوں اور فکری جولانیوں میں اہلِ مغرب سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ اِسلام کے اِس عظیم فرزند اور جماعتِ احمدیہ کے اِس قابلِ رشک سپوت کے ذکر کے لئے ہم نے اِس رسالہ کا ایک معتدبہ حصّہ وقف کیا ہے۔

ہم رسالہ کے معیار کے بارہ میں ہر مشورہ کا خیر مقدم کریں گے اور ہر تنقید کی پذیرائی!

اِس رسالہ کی تیاری، ترتیب اور تدوین میں عزیزم مکرم یوسف سہیل شوق ایڈیٹر کے معاون کے طور پر کام کیا کریں گے۔ اِس خصوصی شمارہ میں جو بھی تراجم شامل ہیں وہ آپ ہی نے کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم اور شوق میں برکت دے۔

ہم قارئینِ انصار اللہ کی دعاؤں کے طالب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس ذمہ داری سے کما حقہٗ عہدہ برا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اِس ماہ کا خصوصی موضوع

پروفیسر ڈاکٹر

عبد السلام

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دُنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچّائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی .....

سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پُورا ہوگا۔"

[تجلّیاتِ الٰہیہ صـ۲۲ـ۔ صـ۲۳ـ
از حضرت مسیح موعود علیہ السّلام]

ڈاکٹر عبد السلام کے بارے میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

نوبل انعام حاصل کرنے کی خبر ملنے پر حضور ایدہ اللہ نے مندرجہ ذیل برقی پیغام بھجوایا:-

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ میری طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے پُرخلوص دلی مبارکباد قبول کریں۔ احمدیوں اور تمام پاکستانیوں کو آپ پر فخر ہے۔ احمدیوں کے لئے یہ بات انتہائی فخر کا موجب ہے کہ وہ پہلا مسلمان سائنسدان اور پاکستانی جس کو نوبل پرائز ملا وہ ایک احمدی ہے۔ خدا تعالیٰ مستقبل میں آپ کو اس سے بھی عظیم تر اعزازات سے نوازے اور آپ کو اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔ خلیفۃ المسیح"

(از الفضل ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء صـ۱)

۲۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو لجنات اماء اللہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"ڈاکٹر سلام کو جو کہ بہت بڑے سائنسدان ہیں دُنیا کا سب سے بڑا انعام یعنی نوبل پرائز ملا ہے۔ خدا نے ان کو عقل، ذہانت اور فراست دی ہے۔ اپنے اعمال و کردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی توفیق دی ہے، بچپن ہی سے اپنا وقت ضائع نہ کرنے کی توفیق دی ہے۔ ساری استعدادیں دینی علم سیکھنے کی توفیق دی، ان کے دماغ کو برکت دی اور انہیں دُنیا کے چوٹی کے سائنسدانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ حضور نے فرمایا کہ ڈاکٹر سلام کی عزت اور مرتبہ کا یہ مقام ہے کہ اگر کوئی کانفرنس ہو رہی ہو اور اس میں روس، امریکہ اور دیگر ممالک کے چوٹی کے سائنسدان شریک ہوں اور یہ بعد میں کانفرنس ہال میں داخل ہوں تو جونہی یہ داخل ہوتے ہیں سارے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ جیسے انگریزی میں UNASSUMING کہتے ہیں کسی کی پرواہ نہیں، کوئی خیال نہیں کہ میں اتنا بڑا انسان ہوں۔ نہ آرام کا خیال نہ کپڑوں کا خیال۔ آپ لوگ ان سے ملیں تو عام انسانوں جیسا کوئی باپ، بھائی یا خاوند سمجھیں.... حضور نے فرمایا کہ ڈاکٹر سلام .... بالکل نہیں جانتے کہ میں اتنا بڑا سائنسدان ہوں اور دوسروں میں اور مجھ میں کوئی فرق ہے۔"

(الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

نوبل انعام حاصل کرنے پر

صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق

کا

مبارکباد کا پیغام

"میرے لئے یہ امر انتہائی خوشی اور فخر کا موجب ہے کہ آپ نے نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ یہ آپ کی محنتِ شاقہ تحقیق اور اُن عالمانہ کارناموں کا ایک اعتراف ہے جو کہ آپ نے فزکس کے میدان میں سر انجام دیئے ہیں۔ براہِ کرم میری طرف سے اور پاکستان کے عوام کی طرف سے یہ اعزاز حاصل کرنے پر دلی مبارکباد قبول کریں۔ آپ نے یقینی طور پر پاکستان کی عظمتوں کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔"

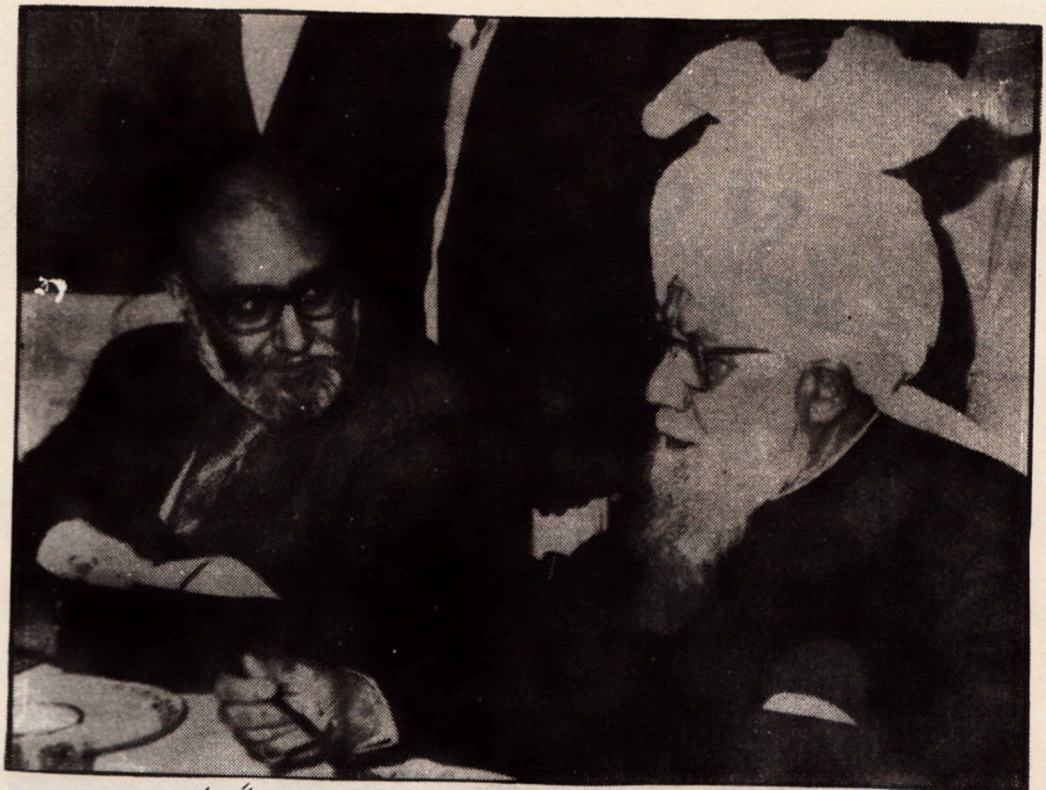
(پاکستان ٹائمز ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

تصویری روداد



اپنے آقا کے حضور

نوبل انعام حاصل کرنے کے بعد ربوہ پہنچنے پر ڈاکٹر عبدالسلام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ سے شرفِ مصافحہ حاصل کر رہے ۔



جماعتِ احمدیہ کی طرف سے اپنے اعزاز میں دی گئی ضیافت میں حضور ایدہ اللہ سے محوِ گفتگو

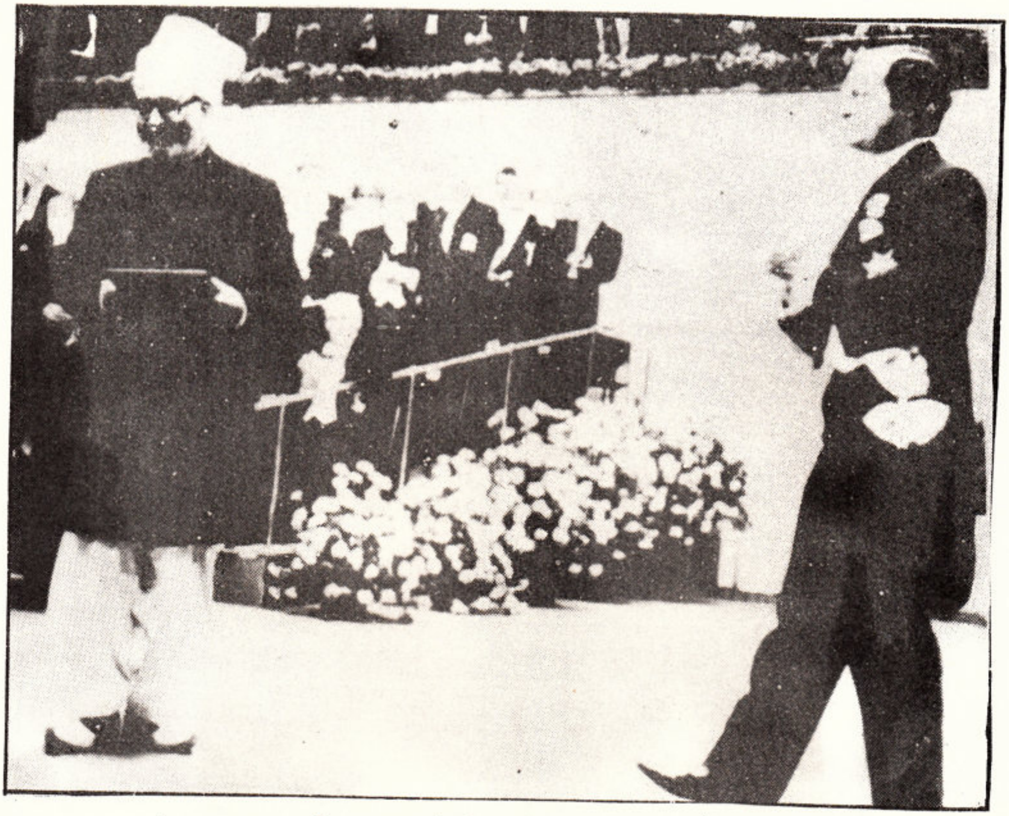


صدر مجلس انصار اللہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ

ایک تاریخ ساز لمحہ



ڈاکٹر عبدالسلام سویڈن کے شہنشاہ کارل گستاف سے نوبل انعام حاصل کر رہے ہیں



نوبل انعام دینے کے بعد شاہِ سویڈن تالیاں بجا کر ڈاکٹر عبد السلام کو داد دے رہے ہیں



نوبل انعام ۔ صل کرنے کے بعد شاہی ضیافت میں ملکہ سلویا کے ساتھ



۶ر دسمبر ۱۹۷۹ء۔ نوبل انعام حاصل کرنے سویڈن پہنچنے پر سٹاک ہام کے آرلینڈا ایئرپورٹ پر
سویڈش اکیڈیمی آف سائنس کے پروفیسر کارل گستاف برنارڈ کے ہمراہ



۱۹۷۹ء کا فزکس کا نوبل انعام حاصل کرنے والے تین سائنسدان
(دائیں سے بائیں) امریکہ کے شیلڈن گلاشو، پاکستان کے عبدالسلام، امریکہ کے سٹیون وینبرگ



صدر ضیاء الحق ڈاکٹر عبد السلام کو ملک کا اعلیٰ ترین سول اعزاز "نشانِ امتیاز" عطا کر رہے ہیں۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۹ء



صدر جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات



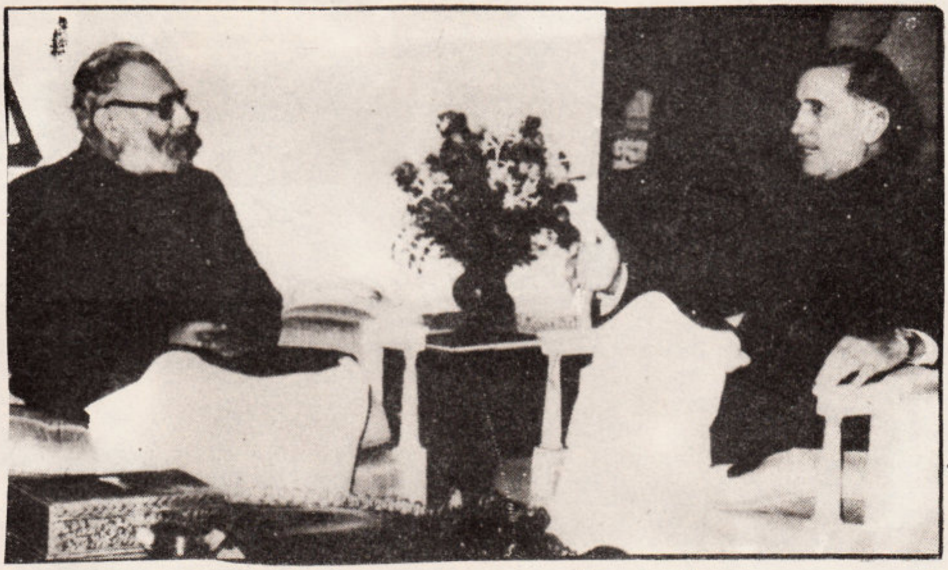
نیشنل اسمبلی ہال میں ایک خصوصی کانووکیشن - ۱۸ دسمبر - قائدِ اعظم یونیورسٹی کے چانسلر
جنرل محمد ضیاء الحق ڈاکٹر عبد السلام کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دے رہے ہیں



اعزازی ڈگری دینے کے بعد صدر ضیاء الحق دیگر افراد کے ہمراہ تالی بجا رہے ہیں
ڈاکٹر سلام سر جھکا کر شکریہ ادا کر رہے ہیں



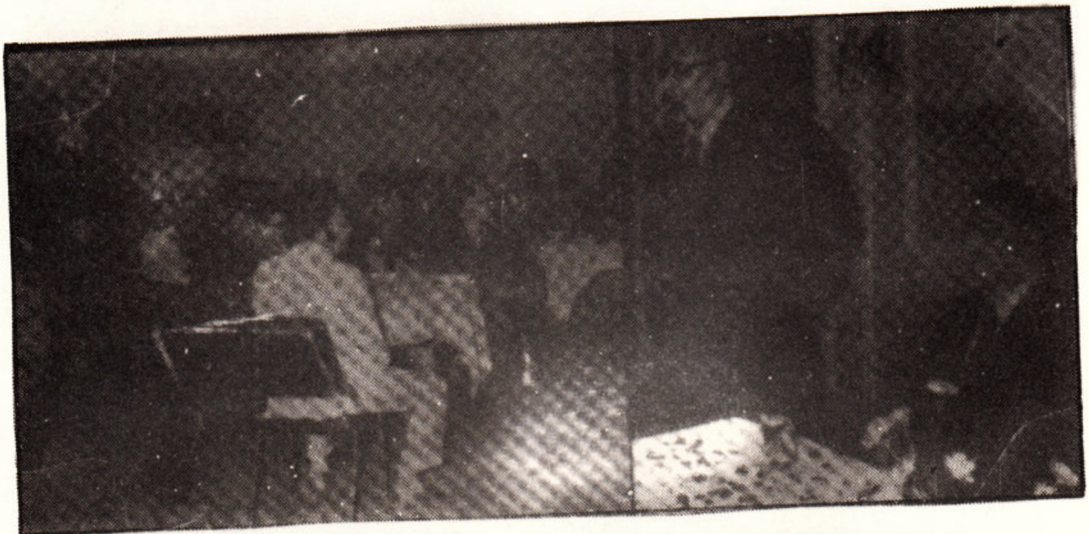
صدرِ مملکت جنرل ضیاء الحق کی طرف سے ڈاکٹر عبدالسلام کے اعزاز میں ضیافت سے صدر خطاب کر رہے ہیں۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۹ء



گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل سوار خاں سے ملاقات



کراچی کے تاجروں کی طرف سے دئیے گئے استقبالیہ میں مہمانِ خصوصی ڈاکٹر عبدالسلام اور میزبان ڈاکٹر ظفر حسن تقریر کر رہے ہیں



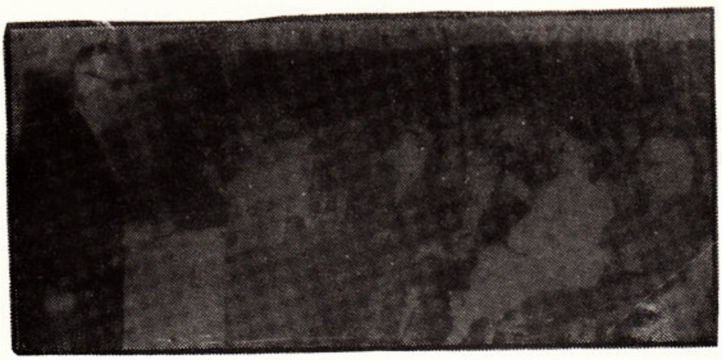
اولڈ راوینیز ایسوسی ایشن کراچی سے خطاب ۔ ساتھ ایسوسی ایشن کے صدر
سندھ کے چیف سیکرٹری مسعود نبی نور بیٹھے ہیں



جامعہ کراچی کے شعبہ فزکس کی جانب سے فزکس سوسائٹی کا نشان
پیش کیا جا رہا ہے ۔ یکم جنوری ۱۹۸۰ء



روشن آنکھوں اور دمکتے چہرے والے عبدالسلام
اپنی تھیوری کی وضاحت کر رہے ہیں



کراچی میں پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے استقبالیہ میں خطاب



یکم جنوری ۱۹۸۰ء - کراچی پریس کلب کے استقبالیہ سے خطاب



۲۳ دسمبر ۱۹۷۹ء - پنجاب یونیورسٹی کے سینٹ ہال میں طلباء اور اساتذہ سے خطاب



جامعہ کراچی میں پروفیسر سلام اور ڈاکٹر معصوم علی ترمذی خطاب کر رہے ہیں



اسلام آباد میں پاکستان اکیڈیمی آف سائنس کی جانب سے اکیڈیمی کا طغریٰ پیش کیا جا رہا ہے



پی ایم اے ہاؤس کراچی میں ڈاکٹروں سے خطاب

ڈاکٹر عبد السلام کے والد

محترم چوہدری محمد حسین رح کی ڈائری کا ایک ورق

76 SATURDAY 17TH MARCH 1962

St. Patrick's Day

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے (مرحوم) نے بندہ کو (ربوہ سے لندن) ایک خط لکھا جس میں درج تھا کہ "اس عزیز پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام کے متعلق دور افق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھتا ہوں" الفاظ پیشگوئی ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

میرے فرقے کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اِس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاویگا۔

۔۔۔۔ اے سننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔ (تجلیات الٰہیہ) حضرت مسیح موعود

خاکسار محمد حسین عفی عنہ

ڈاکٹر عبد السلام کے والد

محترم چوہدری محمد حسین رح کی ڈائری کا ایک ورق

76　SATURDAY 17TH MARCH 1962

St. Patrick's Day

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے (مرحوم) نے (ربوہ سے لنڈن) بندہ کو ایک خط لکھا جس میں درج تھا کہ "میں عزیز پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام کے متعلق دُور اُفق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھتا ہوں"۔ الفاظ پیشگوئی ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اِس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔
..... اے سننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیشگوئیوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔ (تجلیات الٰہیہ) حضرت مسیح موعود

خاکسار محمد حسین عفی عنہ

حالاتِ زندگی

آباؤ اجداد

ڈاکٹر عبد السّلام کے اَبِ امجد ایک ہندو راجپوت خاندان کے شہزادے تھے۔ نہایت پاک سیرت تھے۔ حق شناسی کا مادّہ ان میں بہت زیادہ تھا۔ حضرت غوث بہاؤ الحق ذکریا (متوفّی ۶۸۵ ہجری) علیہ الرحمۃ جب اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہندوستان تشریف لائے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ حق پہنچانے کی تڑپ ان کو خصوصی طور پر ودیعت کی گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے اَبِ امجد کا نام نامی اُس وقت بڈھن تھا جو ہندوانہ نام تھا۔ یہ ایک دعائیہ نام تھا جس کا مطلب تھا لمبی عمر پانے والا۔ حضرت غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتانی رح کی تبلیغ انکے دل میں اُتر گئی۔ بالآخر انہوں نے حق کو شناخت کیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ ان کا اسلامی نام "سعد بڈھن" رکھا گیا۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ایسی تبدیلی ان میں آئی کہ تخت چھوڑ کر اپنے آقا کے ساتھ سچی لَو لگا لی اور باقی عمر ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ حضرت سعد بڈھن علیہ الرحمۃ کا مزار اپنے آقائے نامدار حضرت غوث بہاؤ الحق ذکریا ملتانی رح کے فلک بوس مقبرہ واقعہ پُرانا قلعہ ملتان کے اندر واقع ہے جہاں وہ حضرت مخدوم سعد بڈھن کے نام سے مدفون ہیں۔ ان کی اولاد کو حضرت غوث بہاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے علاقہ بار جھنگ کی طرف اسلام کا پیغام پہنچانے کی ذمہ داری تفویض ہوئی۔ اس وقت اس خاندان کے بزرگ کو خلیفہ کے نام سے پکارا جاتا تھا چنانچہ ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے پڑدادا حضرت میاں قادر بخش صاحب مرحوم اور دادا حضرت میاں گل محمد صاحب مرحوم خلافت پر متمکن رہے۔

آغوشِ احمدیت میں

اِس خاندان میں قبولِ احمدیت کی سعادت سب سے پہلے آپ کے تایا حضرت چوہدری غلام حسین رض صاحب کو ملی۔ آپ کی دادی صاحبہ نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رض کی بیعت کی۔ آپ کے والدِ بزرگ حضرت چوہدری محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دَورانِ طالبِ علمی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

آپ کے والد صاحب کی قبولِ احمدیت کی داستان اس طرح سے ہے کہ وہ اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں کالج بلڈنگ کے اوپر واقع ایک ڈارمیٹری میں رہا کرتے تھے جس میں آٹھ لڑکے رہتے تھے۔ ایک روز میاں پیر بخش صاحب پرنٹنگ سکنہ بھاٹی دروازہ لاہور (ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر) اپنے تبلیغی دورہ پر کالج میں آئے اور کہا کہ انہوں نے مرزائیوں کے خلاف ایک انجمن بنائی ہے جس کا نام "تائید الاسلام" رکھا ہے۔ انہوں نے حضرت چوہدری صاحب کو اس انجمن کی رُکنیت کی دعوت دی۔ چوہدری صاحب نے سوال کیا کہ اگر میرزا صاحب سچے ہوئے تو ہم کدھر جائیں گے؟ اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ چوہدری صاحب نے ممبر بننے سے انکار کر دیا اور تہیہ کیا کہ وہ فیصلہ خداوند کریم سے چاہیں گے۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے اُٹھتے بیٹھتے انہوں نے نہایت دلی درد اور خلوص کے ساتھ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا ورد شروع کر دیا۔ چنانچہ ان کو خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی شکلِ مبارک دکھائی گئی اور بتایا گیا کہ یہی وہ بزرگ ہیں آپ جن کی تلاش میں ہیں۔ چنانچہ حضرت چوہدری صاحب قادیان گئے اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات سے اٹھارہ روز قبل ان کی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور حضور رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد خلافتِ ثانیہ کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ڈاکٹر عبد السّلام کی پیدائش

ڈاکٹر عبد السّلام کے والد حضرت چوہدری محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جھنگ میں محکمہ تعلیم میں ملازم تھے۔ ان کی پہلی بیوی شادی کے تھوڑی دیر بعد فوت ہو گئیں۔ تین سال بعد جبکہ چوہدری صاحب کی عمر ساڑھے چونتیس برس تھی ان کی شادی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ سے ۱۲ مئی ۱۹۲۵ء کو ہوئی۔ شادی کے چھ دن بعد رواج کے مطابق دلہن کو چالیس روز کے لئے میکے بھیج دیا گیا۔ اس دوران میں شادی کے صرف تئیس روز بعد ۳ جون ۱۹۲۵ء کو جو کہ بادشاہِ انگلستان کا یومِ پیدائش تھا اور کچہری میں چھٹی تھی، حضرت چوہدری صاحب شام کی نماز کی سنتیں مسجد احمدیہ جھنگ شہر کے موذن کے پاس پڑھ رہے تھے اور قیام کی حالت میں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

کی دعا پڑھ رہے تھے۔ اثنائے دعا آپ پر کشفی حالت طاری ہوئی۔ ایک فرشتہ نمودار ہوا اس کے دونوں ہاتھ آپ کی طرف پھیلے ہوئے تھے اور ان ہاتھوں پر ایک معصوم بچہ تھا۔ فرشتہ نے کہا کہ لیجئے اللہ کریم نے آپ کو بیٹا عطا کیا ہے۔ آپ نے فرشتہ سے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے تو آواز آئی

"عبد السّلام"

آپ نے بذریعہ خط اپنی زوجہ محترمہ کو ان کے میکے میں اس کشف سے آگاہ کیا چنانچہ ۲۹ر جنوری ۱۹۲۶ء بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز جمعہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی پیدائش ہوئی۔ چوہدری صاحب موصوف نے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا اور نام رکھنے کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے خود یہ نام رکھ دیا ہے تو ہم کیسے دخل دیں چنانچہ یہی نام رکھا گیا۔

مزید خدائی بشارات

ڈاکٹر عبدالسلام کی پیدائش کے بعد آپ نے اپنے فرزند کے لئے مزید دعائیں جاری رکھیں۔ ایک دن آپ اپنے بچے کے لئے یہ قرآنی دعا مانگ رہے تھے

وَاجْعَلْهُ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

تو آپ پر پھر کشفی حالت طاری ہوئی اور آپ کو اپنا یہ بچہ ایک جوان مرد کی شکل میں دکھایا گیا۔

عبدالسلام ابھی بچہ ہی تھے کہ حضرت چوہدری محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دکھایا گیا کہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ایک دلفریب اور بیش قیمت خلعت کو نہایت چمکدار خوشنما نقرئی بٹن لگا رہے ہیں اور ہنستے ہوئے ان سے کہتے ہیں کہ عبدالسلام کے لئے یہ خلعت تیار کیا جا رہا ہے۔

ایک اور دفعہ ان کو خواب میں دکھایا گیا کہ ایک نہایت ہی بلند درخت ہے جس کی شاخیں فضا میں نہایت بلندی تک چلی گئی ہیں۔ عبدالسلام صاحب اس درخت پر چڑھ رہے ہیں اور بڑی پھرتی سے چڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحب یہ دیکھ کر ڈر رہے کہ معصوم بچہ ہے گر نہ جائے اور اسے زور سے آوازیں دینے لگے کہ سلام اب بس کرو اور نیچے دیکھو۔ معصوم بچہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور مسکراتے ہوئے کہتا ہے کہ اباجان فکر نہ کریں۔ یہ کہتے ہوئے پھر اوپر ہی اوپر چڑھتا چلا جاتا ہے اور اتنی بلندی پر جا پہنچتا ہے کہ گویا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ابتدائی تعلیم

ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے گھر پر حاصل کی اور الف بے سے لے کر حروف شناسی اور ابتدائی لکھنا پڑھنا گھر پر ہی سیکھا۔ ان کے والد صاحب آسان اردو کی بچوں کی کہانیاں ان کو لا کر دیتے اور اس طرح سے ابتدائی علم حاصل ہونے کے بعد پرائمری مدرسہ جھنگ شہر کھیوہ والا گیٹ میں ماسٹر صاحبان کے سپرد کر دیا گیا۔ آخر جب پڑھنے لکھنے کے قابل شمار ہونے لگے تو ساڑھے چھ سال کی عمر میں انہیں ان کے والد صاحب

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر ایم بی مڈل سکول جھنگ شہر کے پاس لے گئے جنہوں نے ان کو بغیر کوئی امتحان لئے چوتھی جماعت میں بٹھا دیا۔ انہی ابتدائی دنوں میں مدرسہ جاتے جاتے راستہ میں ایک مہاجنی مدرسہ کے طلباء کے ساتھ پہاڑے سننے اور دوہرانے کھڑے ہو جاتے۔ خداوند کریم نے اتنا دماغ رسا عطا کیا تھا کہ انہوں نے چند دن کے اندر اندر بلا کسی خاص مشقت کے چالیس تک کے پہاڑے یاد کر لئے اور یوں قدرت نے دماغ میں علم حساب کی مضبوط بنیاد رکھ دی ـــــ جس پر بعد ازاں سائنسی انکشافات اور نوبل انعام کا ایک عظیم قصر تعمیر ہوا۔

چونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی پیدائش الٰہی بشارت کے تحت ہوئی تھی اس لئے ان کے والد صاحب کو ابتداء ہی سے ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ تھی۔ چنانچہ شروع ہی سے ان کو مختلف مشینوں کے انجن مثلاً ریلوے انجن، کپاس اور فلور ملز کے انجن، موٹر کار، سائیکل، اس کے علاوہ سائنسی اہمیت کی اور چیزیں یعنی دریائے چناب کا پل اور تریموں ہیڈ وغیرہ دکھانے لیجایا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ ان دریاؤں کے ہیڈ ز کو مٹی سے لکڑی کے تختوں پر بنوا کر دونوں طرف مصنوعی نہریں چلائی گئیں اور پانی کے تیز بہاؤ اور سیلاب آنے کے اثرات سے آگاہ کیا گیا۔

پرائمری کے امتحان میں ایم بی مڈل سکول جھنگ کی لاگ بُک میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں خصوصی تعریفی کلمات درج کئے گئے اور پانچویں سے آٹھویں تک ہر کلاس میں یہ اوّل آتے رہے اور آٹھویں کے امتحان میں ضلع بھر میں اوّل رہے اور چھ روپے ماہوار وظیفہ پایا جس کے بعد ان کو انٹرمیڈیٹ کالج جھنگ میں نویں جماعت میں داخل کر دیا گیا جہاں پر ان کو لائبریری کا انچارج بھی بنا دیا گیا۔ یہاں پر سے انہوں نے میٹرک کا امتحان صوبہ بھر میں اوّل رہ کر پاس کیا اور نہ صرف اوّل رہے بلکہ پچھلے سارے ریکارڈ بھی توڑ دیئے اور نیا ریکارڈ قائم کیا۔

میٹرک کے بعد ان کو جھنگ کالج میں ایف۔ اے میں داخل کیا گیا جہاں سے ۵۵۵/۶۵۰ نمبر حاصل کر کے ایک دفعہ پھر صوبہ بھر میں اوّل رہے اور نمبر حاصل کرنے کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔ یہ امتیاز حاصل کرنے کے بعد انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں بی۔ اے میں داخلہ لیا اور اپنی سابقہ روایت برقرار رکھتے ہوئے بی۔ اے میں یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور ۴۵۱/۵۰۰ نمبر حاصل کر کے پھر ریکارڈ قائم کیا۔ اس کے بعد اسی کالج میں ایم۔ اے ریاضی میں داخلہ لیا اور ۵۷۳/۶۰۰ نمبر حاصل کر کے یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور ایک دفعہ پھر نمبر حاصل کرنے کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں ان کے پڑھائی کرنے کا انداز یہ تھا کہ نوکر سے کہہ کر باہر دروازے پر قفل لگوا لیا کرتے اور کمرے کے اندر بند ہو کر چودہ چودہ گھنٹے متواتر پڑھائی کرتے۔

میٹرک اور ایف۔ اے کے امتحان میں اوّل رہنے پر اور نئے ریکارڈ قائم کرنے پر سونے کے دو میڈل جھنگ کالج نے دیئے اور بی۔ اے میں دو میڈل ایک کالج اور ایک یونیورسٹی کی طرف سے ملا۔ اس کے بعد بی۔ اے آنرز میں سونے کا ایک میڈل ملا۔

جماعتی اعزازات

دسمبر ۱۹۳۹ء میں جماعتِ احمدیہ کی خلافتِ ثانیہ کے پچیس سال گذرنے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے جلسہ سالانہ پر اعلان فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعتِ احمدیہ کا جو طالبعلم اپنے سکول میں اوّل آئے گا اسے جوبلی فنڈ سے (جو کہ اسی سال قائم کیا گیا تھا) تیس روپے ماہوار کا وظیفہ ایف آے کے دو سال میں دیا جائے گا۔ پھر جو ایف۔ اے میں اوّل آئے گا اسے ۔/۴۵ روپے ماہوار وظیفہ بی۔ اے کی کلاسوں میں دیا جائے گا۔ بعد ازاں جو طالب علم بی۔ اے میں اوّل آئے گا اسے ایم۔ اے کی کلاسز میں دو سال کے لئے ۔/۶۰ روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد جو لڑکا مغرب کی کسی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے جائے گا اُسے نصف خرچ اِس فنڈ سے دیا جائے گا۔ اسی شام جھنگ شہر کی حضور سے ملاقات تھی۔ ڈاکٹر سلام صاحب اپنے والد صاحب کے ساتھ ملاقات میں موجود تھے۔ ان کے والد صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آج حضور نے جن وظائف کا اعلان کیا ہے عزیز سلام انشاء اللہ یہ سب لے جائے گا۔ یہ سُنکر حضور حیران ہوئے۔ چنانچہ ڈاکٹر سلام صاحب نے حضور کے اعلان فرمودہ تمام وظائف ایف آے بی۔ اے اور ایم۔ اے میں جیت لئے۔ علاوہ ازیں حضور نے ریکارڈ مات کرنے پر ازراہِ شفقت تین سو روپے مزید بھی بطور انعام مرحمت فرمائے۔ الحمد للہ۔

ڈاکٹر صاحب کے والدین کی خواہش یہ تھی کہ ان کا بیٹا آئی سی۔ ایس (انڈین سول سروس) کا امتحان پاس کرکے کہیں ڈپٹی کمشنر لگے۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ ممکن ہے کہ وہ خود بھی والدین کی زبردست خواہش کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے لیکن اچانک جنگ شروع ہو گئی اور اس سال مقابلے کے امتحانات ہی نہ ہو سکے ورنہ ڈاکٹر صاحب جیسی ذہنی صلاحیّت کا شخص ترقی تو ضرور کرتا مگر اس کے عہدے کی معراج زیادہ سے زیادہ چیف سیکرٹری ہوتی اور بس ــــ!

لیکن ایم۔ اے کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب کی خواہش تھی کہ وہ مزید تعلیم حاصل کریں چنانچہ پہلے کلکتہ یونیورسٹی میں داخلہ کے متعلق سوچا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک اور راہ کھول دی۔ وہ اِس طرح کہ پنجاب کے اس وقت کے وزیرِ اعلیٰ خضر حیات خان نے ایک پیر نٹ ویلفیئر فنڈ کی بنیاد ڈالی تھی جو کہ ۲۵ روپے سے کم ریونیو ادا

کرنے والے زمینداروں کے بچوں کے لئے مخصوص تھا۔ ان کے والد صاحب ایک معمولی سے زمیندار بھی تھے۔ چنانچہ اس فنڈ سے ڈاکٹر سلام صاحب کو ۵۵۰/- روپے ماہوار کا وظیفہ تین سال کے لئے ملا چنانچہ ڈاکٹر صاحب کو کیمبرج یونیورسٹی میں ایم۔ اے کرنے کے لئے داخلہ مل گیا جہاں پر انہوں نے ریاضی میں داخلہ لیا اور اپنی زبردست ذہانت کے بل پر ٹرائی پوس تین سال کی بجائے دو سال میں کر لیا اور ایک بار پھر اوّل رہے۔ یاد رہے کہ اس دفعہ یہ کوئی ہندوستانی یا پاکستانی ادارہ نہیں تھا بلکہ یورپ کی مشہور ترین یونیورسٹی تھی جس میں دُنیا بھر کے چنیدہ دماغ والے طلباء آتے تھے۔ اب ایک سال کا وظیفہ ابھی باقی تھا اور تعلیم ختم ہوگئی تھی کہ انہوں نے واپس آنے کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا۔ حضور نے ازراہِ شفقت لکھا کہ ہمارے نزدیک یہ آپ کی بزدلی ہوگی اگر آپ ملا ملایا وظیفہ چھوڑ کر آتے ہیں۔ اِس پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد صاحب کو دعا کے لئے لکھا کہ حساب کے ساتھ تعلق رکھنے والا میرا پسندیدہ مضمون فزکس ہے لیکن اس میں تین سال کی تعلیم ایک سال میں کرنا بھی محال ہے۔ اِس سے پہلے فزکس کا مضمون انہوں نے ایف۔ اے میں پڑھا تھا جس کو چھ سال ہو چکے تھے مگر انہوں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے داخلہ لے لیا اور ایک سال میں یہ تین سال کا کورس اوّل درجہ میں پاس کر لیا۔ اسی فنڈ سے واپس آنے اور جانے کا کرایہ بھی ملا۔ یوں ڈاکٹر سلام تین سال بعد واپس آئے تو انہوں نے چھ سال کا کورس یعنی دو ٹرائی پوس ریاضی اور فزکس میں اوّل درجہ میں پاس کر لئے تھے۔

۱۹۵۱ء میں واپس آکر ڈاکٹر صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ ریاضی کے سربراہ مقرر ہوئے۔ اسکے علاوہ وہ پنجاب یونیورسٹی کے آنریری پروفیسر بھی تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں استاد مقرر ہونے کا دَور ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا ایک عجیب اور دلچسپ دَور تھا جس کو یاد کر کے ڈاکٹر صاحب آج ہنستے بھی ہیں اور رنجیدہ بھی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ

"کالج کے پرنسپل سمجھتے تھے کہ اِس کالج کے استادوں کا کام ریسرچ کرنا نہیں بلکہ گورنمنٹ کالج کے مزاج کے مطابق "معیاری کالجیئٹ" پروان چڑھانا ہے۔ پرنسپل صاحب نے فرمایا" ہاسٹل کے وارڈن بن جاؤ، کالج اکاؤنٹس کے انچارج بن جاؤ یا فٹ بال ٹیم کے صدر بن جاؤ" چنانچہ مَیں فٹ بال ٹیم کا صدر بن گیا۔ ہر شام طالب علموں کو چوبرجی کی گراؤنڈ میں فٹ بال کھلاتا اور ان کے لئے دُودھ وغیرہ کا انتظام کرتا۔ دو اڑھائی سال کے بعد پرنسپل نے ہماری سالانہ خفیہ رپورٹ میں لکھا کہ یہ شخص گورنمنٹ کالج کے مزاج کے مطابق نہیں ہے اسے پنجاب یونیورسٹی میں بھیج دیا جائے"۔

پی ایچ ڈی کرنا

ڈاکٹر صاحب کیمبرج یونیورسٹی سے ایم۔اے کر چکے تھے اور اب ان کے دل میں ڈاکٹریٹ کرنے کی آرزو انگڑائیاں لے رہی تھی۔ ان کا طبّاع ذہن کالج کی پروفیسری پر قانع نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور ان کو پیزنٹ ویلفیئر فنڈ سے ایک بار پھر دو سال کے لئے ۶۰۰/- روپے ماہوار کا وظیفہ ملا۔ یہ کورس بھی تین سال کا تھا انہوں نے ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ یہاں پر پہلے سال جو تھیسیس لکھا وہ ذرات پر تھا۔ یہ تھیسیس اتنی زبردست معلومات اور نئے نئے انکشافات سے پُر تھا کہ ان کے اساتذہ ان کے تھیسیس کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے یہ تھیسیس مشہورِ عالم سائنسدان آئن سٹائن کے پاس بھیج دیا۔ آئن سٹائن اُس وقت کافی معمر ہو چکے تھے انہوں نے یہ تھیسیس اپنے ایک نائب ڈاکٹر ڈائسن کو بھیج دیا۔ حُسنِ اتفاق سے ڈاکٹر سلام نے اِس تھیسیس میں ایک ایسی گُتھی کو سُلجھایا تھا جس پر خود ڈاکٹر ڈائسن کام کر چکے تھے مگر اسے حل کرنے میں ناکام رہے تھے۔ انہوں نے جب یہ تھیسیس پڑھا تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے سلام صاحب کو ایڈنبرا بُلایا اور ان سے ایڈنبرا میں لیکچر دلوایا یہ تھیسیس خود ان سے سمجھا۔ واپسی پر انہوں نے آئن سٹائن کو بتایا کہ یہ نوجوان ہے تو ایشیائی لیکن بہت زبردست قابلیّت کا مالک ہے چنانچہ ڈاکٹر سلام کو امریکہ بُلانے کی سوچی گئی۔ ان کے والد صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اپنے خرچ پر سلام صاحب کو امریکہ بھیج سکتے ہیں ان کے والد صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ اِس پر اس یونیورسٹی نے سلام صاحب اور ان کے پروفیسر انچارج کو اپنے خرچ پر امریکہ بُلوایا اور اپنی یونیورسٹی میں ان کا تھیسیس سُنا گیا۔ اس پر آئن سٹائن صاحب نے مشورہ دیا کہ سلام صاحب اپنے وظیفہ کا باقی سال اسی یونیورسٹی میں گذاریں۔ چنانچہ سلام صاحب نے ایسا ہی کیا۔ تیسرا سال گزارنے کے لئے وہ کیمبرج واپس آئے مگر اب ان کا وظیفہ ختم ہو چکا تھا اور کوئی دوسری صورت نہ بن سکی تھی چنانچہ انہوں نے واپس آنے کا ارادہ ظاہر کیا اور یونیورسٹی سے معذرت کی کہ وہ مزید قیام نہیں کر سکتے مگر انکے تھیسیس کی اتنی شہرت ہو چکی تھی کہ کیمبرج یونیورسٹی کے اربابِ اختیار نے اپنا قانون توڑ کر ان کو اپنا تھیسیس پاکستان میں بیٹھ کر مکمل کرنے کی اجازت دے دی اور انہوں نے یہاں سے آکر اپنا تھیسیس کیمبرج بھیجا جو کہ منظور ہُوا اور ان کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ الحمد للہ

۱۹۵۳ء میں وہ دوبارہ انگلستان گئے اور جہاں کیمبرج یونیورسٹی کے امپیریل کالج لندن میں ان کو ریاضی کا لیکچرار لگا دیا گیا۔ بعد میں جب شعبہ ریاضی کے صدر پروفیسر لیوی ریٹائر ہوئے تو ان کی جگہ پروفیسر

عبدالسلام صاحب کو شعبہ ریاضی کا سربراہ بنا دیا گیا۔

اس کے بعد سے ڈاکٹر سلام لندن میں مقیم ہیں۔ ۱۹۶۴ء میں اقوامِ متحدہ نے ان کے لئے اٹلی کے شہر ٹریسٹے میں INTERNATIONAL CENTRE OF EORATICAL PHYSICS قائم کیا جس کے اِس وقت بھی سربراہ ہیں۔

ڈاکٹر عبدالسّلام کو ملنے والے اعزازات کی فہرست

فزکس کے میدان میں ڈاکٹر صاحب موصوف ۲۰۰ سے زائد گراں قدر مقالے لکھ چکے ہیں۔ فزکس کے میدان میں ان کارہائے نمایاں کے اعتراف میں ان کو دُنیا بھر کے اداروں اور حکومتِ پاکستان کی طرف سے متعدد اعزازات سے نوازا گیا ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے:۔

۱۹۵۷۔ ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری۔ پنجاب یونیورسٹی نے دی۔

۱۹۵۸۔ ہاپکنز پرائز۔ کیمبرج یونیورسٹی نے دیا۔

۱۹۵۸۔ ایڈمز پرائز۔ کیمبرج یونیورسٹی نے دیا۔

۱۹۵۹۔ پرائڈ آف پرفارمنس کا سرکاری اعزاز حکومتِ پاکستان نے دیا۔ اس کے ساتھ بیس ہزار روپیہ نقد انعام بھی دیا گیا۔

۱۹۵۹۔ ستارۂ پاکستان کا اعزاز حکومتِ پاکستان نے دیا۔

۱۹۵۹۔ فیلو آف دی رائل سوسائٹی لندن بنائے گئے۔ یہ پہلے مسلمان ہیں جن کو اس سوسائٹی کا فیلو بنایا گیا۔

۱۹۶۱۔ (پہلا) میکسویل میڈل اینڈ ایوارڈ۔ فزیکل سوسائٹی لندن نے دیا۔

۱۹۶۴۔ ہیوگز میڈل۔ رائل سوسائٹی لندن نے دیا۔

۱۹۶۸۔ ایٹم برائے امن میڈل اور ایوارڈ۔ ایٹم فار پیس فاؤنڈیشن نے دیا۔

۱۹۷۰۔ فیلو آف رائل سویڈش اکیڈمی آف سائنس بنائے گئے۔

۱۹۷۱۔ امریکن اکیڈمی آف آرٹس اینڈ سائنسز کے غیر ملکی فیلو بنائے گئے۔

۱۹۷۱۔ [illegible] (روس) کی اکیڈمی آف سائنسز کے غیر ملکی فیلو گئے۔

۱۹۷۱۔ یونیورسٹی آف ایڈنبرا نے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دی۔

۱۹۷۱۔ دی جے رابرٹ اوپن ہائمر میموریل میڈل اور پرائز۔ یونیورسٹی آف میامی، امریکہ نے دیا۔

۱۹۷۶۔ گوتھرے میڈل اور پرائز۔ فزیکل سوسائٹی لندن نے دیا۔

۱۹۷۸ میٹیوسی میڈل۔ روم (اٹلی) کی قومی اکیڈیمی ACCADEMIA NAZIONALE DI XL, ROME نے دیا۔

۱۹۷۸ جان ٹورینس ٹیٹ میڈل۔ امریکن انسٹی ٹیوٹ آف فزکس نے دیا۔

۱۹۷۸۔ رائل میڈل۔ رائل سوسائٹی لندن نے دیا۔

۱۹۷۹۔ یو ایس اے (امریکہ) کی نیشنل اکیڈیمی آف سائنسز کے غیر ملکی ایسوسی ایٹ بنائے گئے۔

۱۹۷۹۔ نوبل انعام۔ فزکس میں بہترین کارکردگی پر ملا۔

۱۹۷۹۔ نشانِ امتیاز کا اعلیٰ ترین سول اعزاز حکومتِ پاکستان نے دیا۔

۱۹۷۹۔ ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری۔ قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد نے دی۔

۱۹۷۹۔ آئن سٹائن گولڈ میڈل۔ پیرس میں دیا گیا۔

پاکستان سے محبت

برطانیہ کے ذرائع ابلاغ نے ڈاکٹر صاحب کے نوبل انعام حاصل کرنے کو ایک برطانوی سائنسدان کا اعزاز قرار دینے کی کوشش کی ہے لیکن جب ڈاکٹر صاحب سے نوائے وقت کے نمائندے جناب وارث میر نے اِس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ

.... یہ جان کر آپ کو حیرانی ہوگی کہ مَیں نے اپنی تحقیقی زندگی کا بیشتر حصہ انگلینڈ اور یورپ میں گزارا اور برطانوی شہریت اختیار کرنے کا خیال تک کبھی دل میں نہیں آیا۔ برطانوی اخبارات کچھ بھی کہیں مَیں اب بھی اپنے پاکستانی ہونے پر اصرار کرتا ہوں اور مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر فخر ہے۔ برطانوی شہریت لینے سے محترز رہنے کی ایک وجہ یہ بھی رہی کہ مَیں اپنے اعزاز میں پاکستان کو شریک کرنا چاہتا تھا۔

نوائے وقت کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ایک ضمنی واقعہ بیان کیا کہ میرے نوبل انعام کی خبر سننے پر الطاف گوہر صاحب نے ٹیلی فون کیا کہ ڈاکٹر صاحب میرا احساس یہ ہے کہ یہ انعام آپ کو نہیں مجھے ملا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ پاکستان میں سائنس کا ہر طالبِ علم یہی سمجھے محسوس کرے اور خود بھی یہ انعام حاصل کرنے کے لئے شب و روز مصروف ہو جائے اور سائنس کے میدان میں مغرب کی فوقیت کا تاج سر سے اُتار دے۔

دُنیا بھر کیلئے سائنسی خدمات ڈاکٹر عبدالسلام نے دُنیا بھر کے مختلف علاقوں میں سائنس کی ترقی کیلئے

گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہوں نے اقوامِ متحدہ کی سائنسی کارکردگی پر اپنی قابلِ قدر شخصیت کا بڑا اثر ڈالا ہے۔ اقوامِ متحدہ میں انہوں نے مختلف حیثیتوں میں پاکستان کی نمائندگی کی ہے۔ ۱۹۵۵ سے ۱۹۵۸ تک وہ ایٹمی توانائی کے پُرامن مقاصد کے لئے استعمال کے متعلق جنیوا میں ہونے والی کانفرنسوں کے سائنسی سیکرٹری رہے۔ ۱۹۶۴ سے ۱۹۷۵ تک وہ اقوامِ متحدہ کی ایڈوائزری کمیٹی برائے سائنس اور ٹکنالوجی کے رکن رہے اور دُنیا بھر میں سائنس اور ٹکنالوجی کے لئے ایک ایکشن پروگرام ترتیب دیا اور ۱۹۷۱ سے ۱۹۷۲ تک وہ اِس کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ ۱۹۷۰ سے ۱۹۷۳ تک وہ اقوامِ متحدہ کی یونیورسٹی کے لئے اقوامِ متحدہ کی پینل اینڈ فاؤنڈیشن کمیٹی کے رُکن رہے۔

شاندار کامیابی

دُنیا بھر کے لئے ان کی سائنسی خدمات کے ضمن میں ان کی اہم ترین کامیابی ۱۹۶۴ میں ان کی کوششوں سے اٹلی کے شہر ٹریسٹے میں INTERNATIONAL CENTRE OF THEORATICAL PHYSICS کا قیام ہے۔ اِس ادارے کے قیام کے لئے ان کی کامیاب کوششوں پر ان کو ۱۹۶۸ء میں ایٹم فار پیس فاؤنڈیشن کی طرف سے ایٹم برائے امن ایوارڈ اور میڈل دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس ادارے کا منصوبہ ۱۹۶۰ء میں پہلے پہل اس وقت پیش کیا جبکہ انہوں نے انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی (IAEA) کے جنرل اجلاس میں پاکستان کی طرف سے بطور نمائندہ کے شرکت کی۔ چنانچہ اٹلی کی حکومت کی طرف سے اس منصوبہ کے لئے فیاضانہ امداد کے بعد اٹلی کے شہر ٹریسٹے میں ۱۹۶۴ء میں آئی اے ای اے کے تحت یہ ادارہ قائم ہوُا۔ اِس ادارے کی سرپرستی میں ۱۹۷۰ء سے اقوامِ متحدہ کا ادارہ یونیسکو بھی فریق بن گیا ہے۔

یہ ادارہ دُنیا بھر کے فزکس کے سائنسدانوں کے لئے تبادلۂ خیالات کا ایک نہایت اعلیٰ مرکز بن گیا ہے اور خصوصاً تیسری دُنیا کے سائنسدانوں کے لئے تو یہ ایک جنّت ہے۔ اِس ادارے کے تحت ترقی پذیر ممالک کے اعلیٰ سطح کے سائنسدانوں کے لئے جدید ترین سائنسی موضوعات پر جامع مگر مختصر کورسز منعقد کئے جاتے ہیں اِس طرح سے ایسے سائنسدان جو کہ اپنے ممالک سے زیادہ لمبے عرصے تک غیر حاضر نہیں رہ سکتے وہ مختصر عرصہ کے لئے یہاں آکر جدید سائنسی معلومات سے آگاہ رہتے ہیں۔ اِس ادارے میں ترقی یافتہ ملکوں کے اعلیٰ ترین سائنسدانوں کو معقول معاوضوں پر بلا کر لیکچر دلوائے جاتے ہیں جس کے اخراجات یہ ادارہ برداشت کرتا ہے۔ اِس طرح سے ترقی پذیر ممالک کے سائنسدان فزکس کے میدان میں تیزی سے بڑھتی ہوئی ترقیات سے ہم آہنگ رہتے ہیں اور دُنیا بھر کے چوٹی کے سائنسدانوں سے ان کا رابطہ تازہ رہتا ہے۔

۱۹۶۸ء میں ڈاکٹر عبدالسلام نے تجویز پیش کی کہ ایک انٹرنیشنل فیڈریشن آف انسٹی ٹیوٹس آف ایڈوانسڈ سٹڈی (IFIAS) قائم کی جائے۔ اس خیال پر ۱۹ عالمی اداروں نے صاد کیا اور ۱۹۷۲ء میں ٹریسٹے میں اس ادارے کے چارٹر پر دستخط کر دیئے گئے۔ اس ادارے کے قیام اور فزکس کے میدان میں عالمی سطح پر ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے امیریکن انسٹی ٹیوٹ آف فزکس نے ۱۹۷۸ء میں ان کو جان ٹورینس ٹیٹ میڈل عطا کیا۔

پاکستان کے لئے خدمات

ڈاکٹر سلام نے پاکستان میں سائنس کی ترقی کے لئے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں سائنٹفک کمیشن آف پاکستان کے رُکن اور صدرِ پاکستان کے سائنسی مشیرِ اعلیٰ (۱۹۶۱-۱۹۷۴) کی حیثیت سے انہوں نے سائنس کے میدان میں تعلیمی ڈھانچہ استوار کرنے میں نمایاں کام کیا ہے۔ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے رُکن کی حیثیت سے ۱۹۵۸ تا ۱۹۷۴ء تک انہوں نے پاکستان کی ایٹمی پالیسی، اس کی ترقی اور کمیشن کی اعلیٰ سطحی ٹریننگ کے لئے مربوط پروگرام وضع کیا اور اس طرح سے ایٹمی توانائی کمیشن آف پاکستان کو ایک اچھی طرح سے تربیت یافتہ اعلیٰ سطحی تعلیم کی حامل وہ افرادی قوت میسر آ گئی جس پر اس کمیشن کی بنیادیں مضبوطی سے استوار ہو گئیں۔

انہوں نے پاکستان میں سائنس کو وقار اور احترام عطا کیا۔ ۱۹۶۱ء میں صدرِ پاکستان کے سائنسی مشیر اعلیٰ کی حیثیت سے انہوں نے امریکہ سے سرکاری سطح پر چوٹی کے سائنسدانوں، ماہرین زراعت اور انجنیئروں کا ایک وفد پاکستان منگوایا جس کے قائد مسٹر روجر ریویلے تھے۔ اس وفد کے سپرد مغربی پاکستان میں سیم وتھور کے مسئلے پر قابو پانے کی تجاویز پیش کرنا تھا۔ اس وفد نے اس مقصد کے لئے کنویں کھودنے اور پمپ لگانے کا ایک مربوط منصوبہ پیش کیا۔ اِس طرح سے سیم وتھور کا شکار بڑا وسیع رقبہ دوبارہ سے زیرِ کاشت آنے کے قابل ہو سکا۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے پاکستان میں سائنسی پالیسی اور ترقی کے بارے میں ایک جامع رپورٹ مرتّب کی جو کہ بعد ازاں نیشنل سائنس کونسل آف پاکستان نے شائع کی۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۶۳ء سے اِس کونسل کے رکن چلے آرہے ہیں۔ اس رپورٹ میں انہوں نے ریسرچ کے میدان میں پاکستان کی بنیادی غلطیوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ایک مربوط اور منضبط سائنس پالیسی اپنانے پر زور دیا اور ملک میں سائنس کے علوم سے لیس کار آمد افرادی قوت پیدا کرنے کی تجاویز پیش کیں۔

۱۹۷۳ء میں ڈاکٹر سلام نے اسلامک سائنس فاؤنڈیشن کے قیام کی تجویز پیش کی۔ یہ تجویز ایک یادداشت کی صورت میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے اجلاس ۱۹۷۴ء لاہور میں پیش کی گئی۔ اب خیال کیا جا رہا ہے کہ اس تجویز پر عمل در آمد ہو جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حکومتِ پاکستان

کیبنٹ سیکرٹیریٹ

(کیبنٹ ڈویژن)

اِبتدائے آفرینش سے ہی انسان کائنات کے رازوں کو جاننے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ صدیوں کی تحقیق و کاوش نے انسان کو یہ احساس بخشا کہ ایک مخفی قوت کائنات کے نظام پر حاوی ہے۔ انسان نے مذہب اور سائنس کے ذریعہ سے مختلف قوتوں میں وحدت تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اعلیٰ سائنس اور مابعد الطبعیات ایک نکتے پر جمع ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ دونوں ایک آخری سچائی کی تلاش کی کوشش میں ہیں۔

(۲) انسانی عقل کی عظیم ترین کامیابی اس میں پوشیدہ ہے کہ وہ بظاہر مختلف نظریات کا اِس طرح سے تجزیہ کرے کہ کائنات کے بارے میں ایک ایسا خیال سامنے آئے جو کہ پہلے کے تمام نظریات سے وسیع اور جامع ہو۔

(۳) اِس تجزیے کے بعد کائنات کے نظام میں جاری قوتوں کو چار تک کم کر دیا گیا یعنی کشش ثقل، برقی مقناطیسیت، کمزور قوت اور طاقتور جوہری قوت۔ اب چیلنج یہ تھا، اور ہے کہ ان چار قوتوں کو مزید کم کیا جائے۔

(۴) ہمیں فخر ہے کہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے پروفیسر عبدالسلام کمزور اور برقی مقناطیسی قوت کو متحد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اِس طرح سے قدرت کی چار بنیادی قوتیں کم ہو کر تین رہ گئی ہیں۔ انہوں نے جو تھیوری پیش کی ہے اس کے مطابق کمزور جوہری قوت دراصل ایک بنیادی قوت کا ایک رُوپ ہے جس کا دوسرا رُوپ برقی مقناطیسیت ہے۔ یہ ایک غیر معمولی، نادرِ روزگار اور بے مثال کامیابی ہے۔ پروفیسر سلام نے مادّے کے بنیادی اجزائے ترکیبی کے بارے میں فزکس کے میدان میں روشن نظریات کا ایک مسلسل کارآمد اور بے پناہ بہاؤ جاری رکھا ہے۔ انہوں نے ابھی حال ہی میں قدرت کی تین بنیادی قوتوں یعنی برقی۔ کمزور (الیکٹرو۔ ویک)، قوت، طاقتور اور کشش ثقل کی قوت کو ایک متحد حیثیت میں تبدیل کرنے کے ایک خوش آئند منصوبے کا آغاز کیا ہے۔

(۵) پروفیسر سلام کا نمایاں ترین کام فزکس کے بنیادی ذرّات اور اس سے متعلقہ میدانوں میں رہا ہے

انہوں نے اس سے متعلقہ نظریات پر دو سو سے زائد تحقیقی مقالے تصنیف کئے ہیں۔ اس میدان میں ان کے بعض غیر معمولی مضامین میں دو حصّوں والی نیوٹرنیو تھیوری اور کمزور جوابی عملوں میں برابری، بنیادی ذرّات کے خواص میں ہم آہنگی، ری نارملائزیشن تھیوری اور گاج تھیوری اگریویٹی تھیوری اور ذرّاتی فزکس میں اس کا کردار، ٹوٹینر تھیوری آف گریویٹی اور طاقتور جوابی عملوں کی فزکس شامل ہیں۔ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے ۱۹۶۴ء میں نیوٹرل کرنٹ کے مظہر کی پیش بینی کی جو کہ اس کے نو سال بعد ۱۹۷۳ء میں منکشف ہوئی۔

(۶) پروفیسر سلام ۱۹۲۶ء میں صوبہ پنجاب کے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے سکول، جھنگ کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک انتہائی شاندار تعلیمی زمانہ گزارا۔ ان کو یہ منفرد ترین اعزاز بھی حاصل ہے کہ سکول، کالج یا یونیورسٹی میں انہوں نے جہاں بھی امتحان دیا وہ فرسٹ کلاس فرسٹ میں کامیاب ہوتے رہے۔ ماسٹرز ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ کیمبرج یونیورسٹی چلے گئے جہاں پر انہوں نے نظریاتی طبعیات میں ڈاکٹریٹ کیا اور ۱۹۵۲ء میں اپنے ڈاکٹریٹ کے تھیسیس کی اشاعت سے قبل ہی ان کو اس یونیورسٹی کی طرف سے سمتھ پرائز عطا کیا گیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے استاد کے طور پر اور پھر پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ ریاضی کے سربراہ کے طور پر کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد وہ کیمبرج یونیورسٹی میں پڑھانے لگ گئے۔ بعدازاں وہ امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹکنالوجی لندن میں پروفیسر ہو گئے جہاں پر ان کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ اِس عظیم مرتبہ پر فائز ہونے والوں میں سب سے کم عمر شخص تھے۔ بعدازاں انہوں نے ٹریسٹے میں انٹرنیشنل سنٹر برائے نظری طبعیات قائم کروایا جو ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے مختلف نظام ہائے زندگی سے آئے ہوئے سائنسدانوں کے درمیان نظریات کے تبادلے کا ایک مرکز ہے۔ اس مرکز کا قیام نہ صرف سائنس کی ترقی میں ایک بڑا قدم ہے بلکہ تیسری دُنیا کے ممالک کی ایک غیر معمولی خدمت بھی ہے اِسی وجہ سے ان کو ۱۹۶۸ء میں ایٹم برائے امن کا اعزاز بھی ملا۔

(۷) نظریاتی فزکس میں اپنے ٹھوس بنیادی کام کے صلے میں پروفیسر سلام نے متعدد اعزازات بھی حاصل کئے جن میں دیگر اعزازات کے علاوہ ہاپکنز پرائز، ایڈمز پرائز، پہلا میکسویل میڈل اور اعزاز، ہیوگز میڈل، اوپن ہائمر میموریل میڈل اور پرائز، گوتھرے میڈل اور پرائز ۱۹۷۶ء، میٹیوسی میڈل ۱۹۷۸ء، جان ٹارنس ٹیٹ میڈل ۱۹۷۸، اور رائل میڈل ۱۹۷۹ شامل ہیں۔ یہ وہ چند شیریں ثمرات ہیں جو کہ پروفیسر سلام کی تخلیقی ذہانت اور سائنسی بصیرت کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں اور اِس سلسلے میں ان کی سائنسی کامیابیوں کا تازہ ترین اور نمایاں ترین اعتراف ان کو ملنے والا ۱۹۷۹ء کا فزکس کا نوبل انعام ہے۔

(۸) اِن تمام قومی اور بین الاقوامی اداروں میں جو کہ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی اور بہتری کے لئے

وقف ہیں، ڈاکٹر عبدالسلام ان ہستیوں میں شامل ہیں جو انتہائی احترام کی مستحق ہیں اور جن کو ہمیشہ بلند ترین مرتبہ دیا جاتا ہے۔ پاکستان اکیڈیمی آف سائنسز کے ۱۹۵۴ء سے فیلو ہونے کے علاوہ وہ دیگر ممالک کے متعدد بلند پایہ سائنسی اداروں کے فیلو یا رکن بھی منتخب ہوتے رہے ہیں جن میں رائل سوسائٹی لندن، رائل سویڈش اکیڈیمی آف سائنسز، دی امیریکن اکیڈیمی آف آرٹس اینڈ سائنسز، دی یو ایس ایس آر اکیڈیمی آف سائنسز اور یو ایس نیشنل اکیڈیمی آف سائنسز شامل ہیں۔

(۹) پروفیسر عبدالسلام پاکستان کی دھرتی کے فرزند ہیں اور ان کا یہ اعزاز ہمارے لئے انتہائی فخر اور اطمینان کا موجب ہے۔ وہ اس ملک میں سائنس کی ترقی سے قریبی طور پر منسلک رہے ہیں۔ بعض دیگر اہم ذمہ داری کے عہدوں کے علاوہ وہ سائنٹفک کمیشن آف پاکستان (۱۹۵۹ء) کے رکن رہے اور ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۴ء تک صدرِ پاکستان کے سائنسی مشیر اعلیٰ بھی رہے۔ انہوں نے پاکستان میں سائنسی ترقیات کو مستحکم کرنے اور اس کے لئے ایک تعلیمی ڈھانچہ قائم کرنے میں سرگرمی سے مدد دی۔

(۱۰) فزکس کے میدان میں ان کی غیر معمولی خدمات اور پاکستان میں سائنس کے مقاصد کے لئے ان کی عظیم خدمات کے اعتراف کے طور پر صدرِ پاکستان نہایت مسرت کے ساتھ پروفیسر عبدالسلام کو "نشانِ امتیاز" کا اعزاز عطا کرتے ہیں ٭

تہجّد گزاری

ڈاکٹر عبدالسلام سائنسدان ہونے کے باوجود کٹر مذہبی انسان ہیں نہ صرف نماز روزہ بلکہ تہجّد کے بھی پابند ہیں اور تہجّد کی یہ پابندی زمانہ جوانی ہی سے چلی آرہی ہے۔ جب انہیں نوبل پرائز ملنے کی خبر سنائی گئی تو وہ سب سے پہلے مسجد (مسجد فضل لندن۔ جماعت احمدیہ برطانیہ کا مرکز) گئے اور نمازِ شکرانہ ادا کی۔

(مشرق ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۹ء)

وائس چانسلر قائدِ اعظم یونیورسٹی ڈاکٹر احمد محی الدین

کی طرف سے پیشکردہ

سپاسنامہ

وہی ہے جس نے دن اور رات کو پیدا کیا اور سُورج اور چاند کو پیدا کیا جس میں تمام (اجرامِ فلکی) اپنے مقررہ راستوں پر تیرتے پھرتے ہیں۔ (سورہ ۲۱: ۳۳)

اور پھر

یہ اللہ ہی ہے جو دن اور رات کو باری باری لاتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو بصیرت رکھتے ہیں ایک رہنمائی ہے۔ (سورہ ۲۴: ۴۴)

یقیناً انہیں اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔

اور اعلان کرو کہ تمہارا خدا ہی تمام نعمتوں کا وارث ہے۔

وہی ہے جس نے قلم کا استعمال سکھایا اور انسان کو وہ بتایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (S.XC VI : 35)

اور اِس طرح سے قدرت کو سمجھنے کے لئے انسان کا مسلسل ترقی پذیر سفر شروع ہوتا ہے اور یوں قدرت کے رازہائے درون انسان کی بصیرت اور عقلِ انسانی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی سائنس کے سامنے ایک ایک کر کے ہتھیار پھینکتے جاتے اور خود کو عریاں کرتے جاتے ہیں اور اِس طرح سے موجودات اور علم کی بنیادوں کو متحد کرنے کا دَور شروع ہوُا مگر یہ علوم گذشتہ چند صدیوں کی سائنسی ترقیات کے نتیجہ میں بڑی جلدی طبعی فلسفہ اور مابعد الطبعیاتی فلسفہ کی شاخوں میں تقسیم ہو کر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ قدرت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے انسانی ذہن کی مسلسل کوششیں اِس سوال میں ڈھلتی گئیں کہ "ہم کس چیز سے بنے ہیں" اور یہی سوال ماہرینِ طبعیات کے ذہنوں کو مسلسل پریشان کرتا رہا۔ دو سوال ایسے تھے جن کا جواب دینا ضروری تھا۔ قدرت کے بنیادی اجزائے ترکیبی کونسے ہیں؟ اور مظاہرِ قدرت کو کنٹرول کرنے والی بنیادی قوتیں کون کونسی ہیں؟

سالہا سال کی تحقیق کے بعد ماہرینِ طبعیات نے قدرت کی چار بنیادی قوتیں تلاش کر لیں کششِ ثقل، برقی مقناطیسی قوت، کمزور جوہری قوت اور طاقتور جوہری قوت۔

ماہرینِ طبعیات یہ چاہتے ہیں کہ وہ مظاہر قدرت کی تشریح کے لئے کسی متحدہ طریقے کی تلاش کریں تاکہ اختلاف میں سے اتحاد کی تلاش کی جا سکے۔ یہ ماہرینِ طبعیات کا ایک خواب ہے کہ چار بظاہر مختلف قوتوں کو ایک متحد قوت کا روپ دیا جا سکے۔ آئن سٹائن نے بھرپور کوشش کی کہ وہ کششِ ثقل کو بجلی کی قوت سے متحد کر سکے۔ عبد السلام، شیلڈن گلاشو اور سٹیون وینبرگ تمام لوگوں نے علیحدہ علیحدہ کام کر کے ایک مختلف قسم کا اتحاد قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے یعنی کمزور جوہری قوت اور برقی مقناطیسی قوت کو متحد کر دیا ہے۔ اس تھیوری کے مطابق کمزور جوہری قوت اس بنیادی قوت کا ہی ایک روپ ہے جس کا ایک اور روپ برقی مقناطیسی قوت ہے۔ یہ ایک انتہائی اہمیت کا حامل نظریہ ہے جو کہ انیسویں صدی میں فیراڈے اور میکسویل کے بجلی اور مقناطیسیت کو ہم آہنگ کرنے کے تاریخی واقعے کے برابر ہے۔ اس کی اہمیت کا موازنہ نیوٹن کی کششِ ثقل کی قوت کے نظریے سے کیا جا سکتا ہے جس میں بتایا گیا کہ اشیاء کو زمین پر گرانے کی ذمہ دار وہی قوت ہے جو کہ سیاروں کو ان کے مدار میں قائم رکھتی ہے۔ ۱۹۷۸ء میں تجربات کے ایک زبردست سلسلے نے ایک نئے قسم کے نیوٹرل کمزور جوابی عمل کا وجود فراہم کر کے اس پیش بینی کو ثابت کر دیا جو کہ سلام، گلاشو، وینبرگ تھیوری میں کی گئی تھی۔ اس ابتدائی اور بنیادی کام کو کرنے پر پروفیسر سلام کو گلاشو اور وینبرگ کے ہمراہ ۱۹۷۹ء کا فزکس کا نوبل انعام دیا گیا۔

نا آسودہ تجسس کے مالک پروفیسر سلام نے مادے کی بنیادی تراکیب کے میدان میں فزکس کو متعدد نئے اور شاندار نظریات دینے کا ایک سلسلہ جاری رکھا ہے۔ حال ہی میں انہوں نے قدرت کی تین بنیادی قوتوں یعنی الیکٹرو ویک، طاقتور اور کششِ ثقل کی قوتوں کو ایک متحد اکائی میں پرونے کا بیڑا اٹھایا ہے اور اس پر کام شروع کر دیا ہے۔ نظریاتی طبعیات کے میدان میں اپنے نادر اور غیر معمولی مقالوں کے ذریعہ (جن کی تعداد ۲۰۰ سے زائد ہے) پروفیسر سلام نے اپنے لئے ایک ایسی جگہ بنالی ہے کہ سائنس کے مؤرخ ان کو ان چند بڑے افراد کی فہرست میں شامل کریں گے جنہوں نے تاریخ کا رُخ بدل ڈالا ہے۔ ان کے پُرخیال نظریات اور مادے کی ہیئت معلوم کرنے کے لئے ان کی مسلسل کاوشوں کے اعتراف میں ان کو متعدد اعزازات ملے ہیں جو کہ متعدد بین الاقوامی اداروں نے دیئے ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں ہاپکنز پرائز، اسی سال ایڈمز پرائز، ۱۹۶۱ء میں میکسویل میڈل اور ایوارڈ، ۱۹۶۴ء میں ہیوگز میڈل، ۱۹۶۸ء میں ایٹم برائے امن میڈل اور ایوارڈ، ۱۹۷۱ء میں اوپن ہائمر میڈل اور پرائز، ۱۹۷۶ء میں گوتھرے میڈل اور پرائز، ۱۹۷۸ء میٹیوسی میڈل، ۱۹۷۸ء میں جان ٹارنس ٹیٹ میڈل، اور ۱۹۷۹ء میں رائل میڈل وہ چند سدا بہار پھل ہیں جو ڈاکٹر سلام کے دماغ کی

فسوں کاری، تخلیقی صلاحیّت اور ذہنی ترفّع کا مُنہ بولتا اعتراف ہیں۔

پروفیسر سلام نے ذرّاتی فزکس میں جو زبردست اور دُور رس اثرات رکھنے والا کام کیا ہے قطع نظر اس سے کہ انہوں نے کتنی عاجزی، والہانہ پن اور پُر جوش انداز میں ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں سائنس کی خدمت کی ہے ان کے کام نے ان لوگوں کے لئے جو ترقی اور خوشحالی کی شاہراہ پر چلنے کی آرزو رکھتے ہیں بالکل نئے سنگِ میل نصب کئے ہیں ان کی عقل اور علم، ان کا تجربہ اور کاوش، ان کی فراست اور زیرکی، ان کا اضطراب اور مہم جوئی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسانیت کی خدمت کے لئے ان کا عزم بالجزم ایسے عناصر ہیں جو ہم سب کو ان کی تعریفیں کرنے کا لطف دیتے ہیں۔ ان کی وسیع سائنسی سرگرمیوں کے تناظر میں ان کی وہ واحد زبردست کامیابی جس کا اِس ضمن میں ذکر کیا جانا ضروری ہے وہ ان کی ذاتی کوششوں سے ٹریسٹے میں انٹرنیشنل سنٹر آف تھیوریٹیکل فزکس (بین الاقوامی مرکز برائے نظری طبعیات) کا قیام ہے اور اس مرکز کے قیام پر ان کو ۱۹۶۸ء میں ایٹم برائے امن کا اعزاز بھی مل چکا ہے۔

پاکستان میں سائنس کی ترقی سے پروفیسر سلام کا بڑا زبردست اور جذباتی تعلق ہے۔ سائنٹفک کمیشن آف پاکستان (۱۹۵۹ء) کے رکن کی حیثیت سے صدرِ پاکستان کے سائنسی مشیرِ اعلیٰ کی حیثیت سے (۱۹۶۱ء-۱۹۷۴ء) انہوں نے پاکستان میں سائنس کو مستحکم کرنے کی کوششیں کیں اور اس کے لئے ایک تعلیمی ڈھانچہ استوار کیا۔ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے رکن کی حیثیت سے (۱۹۵۸-۱۹۷۴) انہوں نے اس ادارے کی پالیسیوں اور کردار کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں پروفیسر سلام نے تجویز پیش کی کہ ایک اسلامک سائنس فاؤنڈیشن قائم کیا جائے۔ اس تجویز کا مسوّدہ ۱۹۷۴ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں پیش کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظریہ اب پھل لانے والا ہے اور ایک ایسا فاؤنڈیشن اپنی تخلیق کے مراحل میں ہے۔ پاکستانی قوم پروفیسر سلام پر فخر کرتی ہے جو اپنی قدرتی تخلیقی صلاحیتوں کے دیانتدارانہ استعمال کی وجہ سے سائنسی کامیابیوں کی معراج تک پہنچے ہیں۔ پروفیسر سلام کی کامیابی نے یہ بات قطعی طور پر واضح کر دی ہے کہ انسان کو عظمت اور کامیابی کی انتہا تک پہنچانے والا ورثہ ابھی تک ان لوگوں میں موجود ہے جو ایک وقت میں اس دولت سے پوری طرح مالامال تھے مگر اب اس سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ پروفیسر سلام نے جن قوتوں کو مسخر کیا ہے وہ آخری تجزیہ کے بعد اس گُتھی کو سلجھائیں گے جو کہ اختلاف میں اتحاد کی تلاش کے گرد گھومتی ہے۔

فزکس کے میدان میں ان کے بنیادی اور ابتدائی کام، بطور سائنسدان ان کی کامیابیوں کی وسعت اور گہرائی، اور تیسری دُنیا بالخصوص پاکستان میں سائنس کی ترقی کے لئے ان کی اَن تھک خدمات کے اعتراف

میں قائدِ اعظم یونیورسٹی کے سینڈیکیٹ نے ان کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دینے اور یہ بلند پایہ ڈگری وصول کرنے والوں کی فہرست میں ان کا نام شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اب مَیں چانسلر کو یہ کہنے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں کہ پروفیسر عبد السلام کو ڈگری عطا کریں۔

(پاکستان ٹائمز ۱۹ر دسمبر ۱۹۷۹ء)

عالَمِ اسلام کے لئے موجبِ اعزاز

مکہ معظمہ سے شائع ہونے والے سعودی عرب کے کثیر الاشاعت اخبار العالم الاسلامی نے اپنی ۱۹ر نومبر ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں عالَمِ اسلام کے نامور سائنسدان محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو نوبل انعام ملنے پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مسلمان پاکستانی عالم کا اس انعام کا حصول سارے عالَمِ اسلامی کیلئے شرف و عزت کا موجب اور ان کی محنت کا ثمرہ ہے۔

اخبار مذکور کی خبر کا اُردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے :-

ایک پاکستانی مسلمان کو فزکس میں نوبل پرائز

فزکس میں ۱۹۷۹ء کا نوبل پرائز ایک پاکستانی مسلمان عالم پروفیسر عبد السلام صاحب، ابن محمد حسین صاحب کو دیا گیا جو ایٹم کے عالم ہیں۔

پروفیسر عبد السلام صاحب پاکستان کے ایک شہر جھنگ میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور اب وہ اقوامِ متحدہ کا فزکس کا ایک ادارہ چلا رہے ہیں جو اٹلی میں ۱۹۶۴ء سے قائم ہے۔ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جب انہیں نوبل پرائز دئے جانے کا اعلان ہؤا تو پروفیسر صاحب نے پیرس (فرانس) میں اپنی ایک تقریر میں کہا کہ وہ اپنی جائے پیدائش (جھنگ) میں اپنے اس انعام کی رقم کو تربیتی مراکز قائم کرنے میں صرف کریں گے۔ ان کے اِس انعام کی رقم ۳,۶۶,۶۶۶ فرانسیسی فرانک ہے۔

ایک مسلمان پاکستانی عالم کا اس انعام کا حصول سارے عالَمِ اسلامی کے لئے شرف و عزت کا موجب اور ان کی محنت کا ثمرہ ہے۔

العالم الاسلامی مکہ مکرمہ۔ مورخہ ۱۹ر نومبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۵

قائدِ اعظم یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری حاصل کرتے وقت پروفیسر ڈاکٹر عبد السّلام کا

تاریخی خطاب

نیشنل اسمبلی ہال اِسلام آباد۔ بتاریخ ۱۹۷۹-۱۲-۱۸

اَشھد ان لآ الٰہ اِلّا اللّٰہ و اَشھد اَنّ محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

جنابِ صدر، ایکسی لینسیز، خواتین وحضرات!

سب سے پہلے مَیں نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اور قوم نے مجھے یہ ڈگری عطا کرکے اور اِس عظیم الشان تقریب میں میرے اہلِ خانہ اور خصوصاً میرے اساتذہ کو مدعو کرکے میری بے پناہ عزّت افزائی فرمائی ہے۔ مَیں اپنی قوم اور تمام عالمِ اسلام کے اِس خلوص ومحبّت کے لئے تشکّر کے جذبات سے معمور ہوں اور لفظوں میں اس کا اظہار کرنے سے قاصر۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہِ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

وہ تھیوری جس کی وجہ سے مجھے یہ اعزاز ملا ہے قدرت کی بنیادی قوتوں سے متعلق ہے۔ قریباً دو دہائیاں پہلے تک ماہرینِ طبعیات کا یہ یقین تھا کہ قدرت کی بنیادی قوتوں کی تعداد چار ہے یعنی کششِ ثقل، برقی مقناطیسیت اور دو جوہری قوتیں، کمزور اور طاقتور۔ دو دہائیاں قبل مَیں نے اور میرے ساتھیوں نے یہ تجویز کیا کہ ایسی علامات موجود ہیں کہ کمزور جوہری قوت درحقیقت برقی مقناطیسی قوت سے علیحدہ چیز نہیں ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ہم میکسویل، نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کے تسلسل میں ایک متحد قوت کی تلاش میں رہے حتّٰی کہ اتحاد کی یہ تھیوری UNIFIED THEORY امپیریئل کالج لندن اور انٹرنیشنل سنٹر برائے نظری طبعیات ٹریسٹے میں جن سے منسلک ہونے کا اعزاز مجھے حاصل

ہے اور ہارورڈ میں ۱۹۶۷ء میں اپنی آخری شکل میں طے کی گئی۔ اس تھیوری کے صحیح ہونے کی پہلی علامت ۱۹۷۳ء میں اس وقت ملی جبکہ عظیم یورپین جوہری ریسرچ لیبارٹری جنیوا (سرن) میں نیوٹرل کرنٹ کا تجرباتی ثبوت ملا جوکہ اس تھیوری کی سچائی کا ایک بڑا ضروری حصہ تھا۔ اس تھیوری کا ناقابلِ تردید ثبوت پچھلے سال سٹینفورڈ لینیئر ایکسیلریٹر امریکہ میں ایک عہد آفریں تجربہ کے ذریعہ ملا جہاں اس کے دوسرے پہلو کی توثیق ہوئی جوکہ اس ساری تھیوری کا مرکزی نکتہ تھا یعنی برقی مقناطیسی قوت کو کمزور جوہری قوت سے متحد کر دیا گیا اور یہ ان چار ہزار پہلوؤں میں سے ایک مماثلت ثابت ہوئی جن کی پیش بینی کی گئی تھی اور اسی بات کو نوووسیبرسک میں سائنسدانوں کے ایک اور گروہ نے بعد میں مزید ثابت کیا۔ اس گروپ کی قیادت پروفیسر بارکوف کر رہے تھے۔ اس لیبارٹری اور دوسری عظیم لیبارٹریوں کے ذریعہ جوکہ یورپ، امریکہ اور سوویت یونین میں قائم ہیں تجربات کے ایک لمبے سلسلہ کے بارے میں مَیں اپنی ستائش کا اظہار کرنا چاہوں گا جن کے بعد اب یہ بات مسلّم الثبوت ہوگئی ہے کہ کمزور جوہری قوت درحقیقت بنیادی طور پر برقی مقناطیسی قوت ہی کی طرح کی ایک قوت ہے۔ اب اگلا مرحلہ تیسری قوت یعنی طاقتور جوہری قوت کو بھی اِسی اتحاد کا ایک حصّہ ثابت کرنے کا ہے۔ اس کے لئے ہم نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ منصوبہ بندی کی ہے اور کچھ تجربات تجویز کئے ہیں اگر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے نتائج مثبت نکلے تو انشاء اللہ آئندہ پانچ سال کے اندر اندر ہم اِن چار قوتوں کو دو تک کم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آخری مرحلہ یہ رہ جائے گا کہ کششِ ثقل کو برقی جوہری قوتوں ELECTRO NUCLEAR FORCES کے ساتھ متحد کر دیا جائے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ لازمی طور پر یہ بھی صحیح ثابت ہوگا لیکن اس کی جامع منصوبہ بندی اور اس کا ثبوت حاصل کرنے کے لئے مزید پچاس برس کا عرصہ درکار ہے۔ مجھے توقع ہے اور مَیں دعاگو ہوں کہ مستقبل کا کوئی پاکستانی سائنسدان اِس چیلنج کو قبول کرے گا اور انشاء اللہ یہ کام کر کے دکھائے گا۔

جنابِ صدر! یہ حقیقت ہے کہ ہم بظاہر متصادم قوتوں کو متحد کرنے کا سوچ رہے ہیں اور یہ بات بطور ایک ماہرِ طبعیات ہمارے یقین کا ایک جزو ہے۔ ابھی آٹھ دن قبل سٹاک ہام کے عظیم الشان چمکتے دمکتے عشائیے میں ہز میجسٹی شاہ سویڈن کے سپاسنامہ کے جواب میں فزکس کے انعام یافتگان کی طرف سے جو معروضات مَیں نے پیش کیں آپ کی اجازت سے مَیں اس کا کچھ حصّہ پڑھ کر سُناتا ہوں کیونکہ اس میں قدرت کی ایک آخری متحد قوت اور ایک منضبط نظام کے عقیدے کا ذکر ہے۔

مَیں نے عرض کیا:-

"فزکس کی تخلیق عالمِ انسانیت کا مشترکہ اثاثہ ہے۔ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب سب نے اِس میں

برابر کا حصہ لیا ہے۔ اسلام کی مقدس کتاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ
ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ○

(سورہ ملک : ۴، ۵)

تُو رحمٰن خدا کی پیدائش میں کوئی رخنہ نہیں دیکھتا اور تُو اپنی آنکھ کو (اِدھر اُدھر) پھیر کر اچھی طرح سے دیکھ لے! کیا تجھے (خدا کی مخلوق میں کسی جگہ بھی) کوئی رخنہ نظر آتا ہے پھر بار بار نظر کو چکر دے۔ وہ آخر تیری طرف ناکام ہو کر لَوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ (اور کوئی رخنہ نظر نہ آئے گا)۔ (سورہ ملک : ۴، ۵)

درحقیقت تمام ماہرینِ طبعیات اِس بات پر متفق ہیں کہ جتنی گہرائی میں ہم جائیں گے اتنا ہی ہمارا تجسس بیدار ہوتا جائے گا اور اتنی ہی ہماری نظریں ناکام لَوٹیں گی۔

مَیں یہ بات صرف ان لوگوں کو یاد دلانے کے لئے نہیں کہہ رہا جو کہ آج کی رات یہاں جمع ہیں بلکہ انہیں بھی کہہ رہا ہوں جو تیسری دُنیا میں شامل ہیں اور جو یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ وسائل کی کمی اور مواقع کی نایابی کی وجہ سے سائنسی علوم حاصل نہیں کر سکتے۔"

اِس بات پر زور دیتے ہوئے کہ سائنس عالمِ انسانی کی مشترکہ میراث ہے اور سائنس کی تاریخ دیگر تمام تہذیبوں کی تواریخ کی طرح متعدد ادوار میں سے گذری ہے۔ مَیں نے اپنی نوبل تقریر میں اِس تاریخی واقعہ کا ذکر کیا کہ قریباً سات سَو ساٹھ سال قبل سکاٹ لینڈ کا ایک نوجوان اپنا گھر بار چھوڑ کر جنوب کی طرف چل کھڑا ہوا اور سپین میں طلیطلہ کے شہر جا پہنچا۔ اس کا نام مائیکل تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ طلیطلہ اور قرطبہ کی عرب یونیورسٹیوں میں رہے اور علم حاصل کرے۔

مائیکل ۱۲۱۷ عیسوی میں طلیطلہ پہنچا۔ طلیطلہ میں اپنے قیام کے دَوران مائیکل نے ایک دفعہ یہ زبردست منصوبہ بنایا کہ ارسطو کو لاطینی یورپ میں متعارف کروایا جائے اور اِس مقصد کے لئے اس کی اصل زبان یعنی یونانی سے ترجمہ نہ کیا جائے جو کہ وہ نہیں جانتا تھا بلکہ عربی سے اس کا ترجمہ کیا جائے جو کہ اُس وقت سپین میں عام پڑھائی جاتی تھی۔ طلیطلہ سے مائیکل سسلی پہنچا جہاں اس نے شاہ فریڈرک دوم کے دربار تک رسائی پائی۔

سیلرنو میں مائیکل نے میڈیکل سکول کا جائزہ لیا جو کہ فریڈرک نے ۱۲۳۱ء میں قائم کیا تھا۔ یہاں پر مائیکل کی ملاقات ڈینش فزیشن ہنرک ہارپسٹرانگ سے ہوئی جو کہ بعد ازاں شاہ ایرک چہارم کا درباری

فزیشن بنا۔ ڈنمارک کا رہنے والا ہنرک سیلیرنو آیا جہاں پر اس نے تبدیلی خون اور سرجری کے بارے میں اپنی معرکہ آراء کتاب لکھی جو کہ سات جلدوں میں سٹاک ہالم کی نیشنل لائبریری میں محفوظ ہے۔ ہنرک کی کتب کے ماخذ عظیم مسلمان ماہرینِ طب الرازی اور بُوعلی سینا کے طبّی اصول تھے جو کہ صرف سکاٹ لینڈ کا مائیکل ہی اس کے لئے ترجمہ کر کے دے سکتا تھا۔

طلیطلہ اور سیلیرنو کے سکول عربی، یونانی، لاطینی اور عبرانی علم کی بہترین تجربہ گاہیں شمار ہوتی تھیں اور ان اداروں میں سائنسی تعاون کے ذریعہ بین الاقوامی سطح کے بہترین مضامین لکھے گئے۔ طلیطلہ اور سیلیرنو میں نہ صرف مشرق کے امیر ممالک یعنی شام، مصر، فارس، وسطی ایشیا اور افغانستان کے سب سکالر آتے تھے بلکہ یہاں پر مغرب کے ترقی پذیر ممالک مثلاً سکاٹ لینڈ اور سکنڈے نیویا کے لوگ بھی آتے تھے۔ اُس وقت بھی آجکل کی طرح بین الاقوامی سائنسی تبادلہ کے درمیان رکاوٹیں موجود تھیں اور اس کی وجہ دُنیا کے مختلف علاقوں میں اقتصادی اور ذہنی صلاحیتوں کا تفاوت تھا۔ سکاٹ لینڈ کے مائیکل اور ڈنمارک کے ہنرک جیسے لوگ اس میدان میں تنِ تنہا تھے اور وہ اپنے ممالک کے کسی باضابطہ تعلیمی ادارے کی نمائندگی نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے اپنے ہم وطن اور خصوصاً سکاٹ لینڈ اور ڈنمارک کے اربابِ اختیار اپنے لوگوں کو اعلیٰ سائنسی تربیت کے لئے باہر بھیجنے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے اور شغلِ بے کار سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آخر ارسطو کا مطالعہ ان کے ملک میں بھیڑوں کی اُون کاٹنے اور اس سے کپڑے بُننے کی صنعت کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے جس پر سکاٹ لینڈ کا بہت انحصار تھا۔

سائنسی تفاوت کے اس چکر کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بات میں زیادہ وزن پیدا کرنے کے لئے میں جارج سارٹن کا ذکر کرتا ہوں۔ اس نے پانچ ضخیم جلدوں میں سائنس کی تاریخ لکھی ہے اور سائنس کی کامیابیوں کا ذکر کرنے کے لئے اس نے اپنی کہانی کو پچاس پچاس سال کے ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ہر نصف صدی کے لئے اس نے ایک مرکزی ہستی کو نمایاں کیا ہے۔ چنانچہ ۴۵۰ سے ۴۰۰ قبل مسیح کے دَور کو سارٹن افلاطون کا دَور کہتا ہے۔ اس کے بعد ارسطو، اقلیدس، ارشمیدس وغیرہ کی نصف صدیوں کے دَور آتے ہیں۔ ۶۰۰ سے ۷۰۰ عیسوی کا دَور چین کی صدی ہے جس میں ہیون سانگ اور آئی چنگ کا دَور ہے اور اس کے بعد ۷۵۰ سے ۱۱۰۰ عیسوی تک کا ساڑھے تین سو سال کا مسلسل دَور جابر، خوارزمی، رازی، مسعودی، وفا، البیرونی اور بُوعلی سینا اور ابن الہیثم کی ناقابلِ شکست سائنسی کامیابیوں کا دَور ہے اس کے بعد کے پچاس سال عمر خیام، عربوں، ترکوں، افغانوں اور ایرانیوں کا دَور ہے جو سب کے سب اسلامی کلچر سے وابستہ ہیں۔ ۱۱۰۰ عیسوی کے بعد پہلی دفعہ مغربی دُنیا کے جیرارڈ آف کریمونا اور روجربیکن

کے نام آتے ہیں مگر ان کے دَور میں بھی مسلمان ناموں ابنِ رشد، موسیٰ بن میمون، طوسی اور ابنِ نفیس کا حصّہ ہے۔ ابنِ نفیس وہ شخصیت تھی جس کے افکار کی بنیاد پر ہاروے نے دَورانِ خون کا نظریہ پیش کیا تھا۔ لیکن ۱۳۵۰ء کے بعد ترقی پذیر دُنیا سائنسی منظر سے غائب ہو جاتی ہے سوائے کوئی معمولی سی چمک دمک کے مثلاً سمرقند میں ۱۴۳۷ء میں الغ بیگ کا دربار جو کہ تیمور لنگ کا پوتا تھا یا ۱۷۲۰ء میں جے پور کا مہاراجہ جے سنگھ جس نے محمد شاہ کے دربارِ دہلی میں مغربی ماہرین کے سُورج اور چاند گرہن کے اعداد و شمار میں ایک بڑی غلطی کو درست کیا تھا اور یہ غلطی قریباً چھ منٹ کی تھی۔ اس نے زیجِ محمد شاہی تصنیف کی اور اسکے ساتھ ہی ہم اس صدی میں پہنچ جاتے ہیں جبکہ وہ دَور جو کہ سکاٹ لینڈ کے مائیکل سے شروع ہؤا تھا مکمل ہو جاتا ہے اور پھر ہماری باری آتی ہے کہ ہم سائنس کا علم حاصل کرنے کے لئے مغرب کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ سی وی رامن ۱۹۳۰ء میں پہلی بار ترقی پذیر دُنیا میں ایک قدآور شخصیت بن کر اُبھرے جیسا کہ الکندی نے گیارہ سَو سال پہلے لکھا تھا کہ

"ہمارے لئے بہتر ہوگا کہ ہم سچائی کا اقرار کرنے سے کبھی نہ شرمائیں اور یہ ہمیں جہاں سے بھی اور جس ذریعہ سے بھی ملے اسے حاصل کریں۔ سچائی کے ماننے والوں کے لئے سچّائی سے بڑھ کر کوئی اَور قدر نہیں اور سچائی اپنے متلاشی کو کبھی مایوسی اور پستی کا شکار نہیں ہونے دیتی۔"

لیکن! ہم یہ میدان کیوں ہار بیٹھے؟ کوئی نہیں جانتا!! دُنیائے اسلام کے لئے اس کی وجوہات بیرونی تھیں مثلاً منگولوں کے حملے وغیرہ۔ لیکن میرے خیال میں اس کی وجوہات ہمارے اندر ہی بہت گہرائی میں موجود ہیں۔ اپنی اِس بے نصیبی کا تجزیہ کرنے کے لئے مَیں ابنِ خلدون کا سہارا لیتا ہوں جو دُنیا کے عظیم ترین تاریخ دانوں میں تسلیم کیا جاتا ہے جس نے سکاٹ لینڈ کے مائیکل اور ڈنمارک کے ہنرک کے اس سفر کے دو سو سال بعد لکھا ہے جو انہوں نے دُنیائے اسلام سے علم حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ ابنِ خلدون لکھتا ہے :۔

"ہم بڑی دیر سے سُنتے آئے ہیں کہ فرانس کی سرزمین اور بحر الکاہل کے شمالی ساحلوں میں فلسفیانہ علوم و فنون کا بہت دَور دَورہ ہے اب یہاں پر یہ علوم دوبارہ پڑھے جا رہے ہیں اور متعدد کلاسوں میں ان کی تدریس ہوتی ہے۔ ان کی موجودہ تعلیمات بڑی مربوط اور جامع بتائی جاتی ہیں۔ ان علوم کو جاننے والے بھی بہت ہیں اور ان علوم کے حاصل کرنے والے بھی بہت! اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے لیکن ایک بات

واضح ہے کہ فزکس کے مسائل کی ہماری مذہبی ضروریات میں کوئی گنجائش نہیں ہے اِس لئے ہمیں ان کو یکسر ترک کر دینا چاہیئے"

ابن خلدون کی اِس بے حسی اور بے توجہی کو بدنصیبی کے علاوہ اَور کیا کہا جاسکتا ہے —— ایسی بے نصیبی جس کے ڈانڈے دشمنی سے جا ملتے ہیں۔

جنابِ صدر!

مَیں یہاں پر ایک لمحہ کے لئے رُک کر آپ کے ساتھ مل کر سوچنا چاہتا ہوں —— آج ہم سب اِس پر متفق ہیں کہ ہمیں اپنے گمشدہ ورثہ کو حاصل کرنے کے لئے سائنس اور ٹکنالوجی کا علم حاصل کرنیکی بڑی ضرورت ہے لیکن قبل اِس کے کہ ایسا ہو ہم کو لازمی طور پر اپنی ذہنی توانائیوں کو بیدار کرنا پڑے گا خصوصًا نوجوان نسل کی صلاحیتوں کو جگانا بے حد ضروری ہے تاکہ وہ سائنس اور ٹکنالوجی کا علم حاصل کرسکیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ مَیں اِس موضوع پر اسلامی نکتہ نظر سے کچھ روشنی ڈالوں۔

وہ کیا وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنے سنہرے دَور میں یعنی آٹھویں، نویں، دسویں اور گیارھویں صدی میں سائنس کا علم حاصل کیا اور اس میں کمال تک پہنچے؟ اس کو معلوم کرنا کوئی مشکل نہیں۔ مسلمان اپنی مقدس کتاب اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار دُہرائے جانے والے احکامات کی پیروی کررہے تھے۔ دمشق یونیورسٹی کے ڈاکٹر اعجاز الخطیب کے اِس بیان سے زیادہ کوئی چیز سائنس کی اہمیت پر زور نہیں دے سکتی کہ

"قرآن کریم کی ان ۲۵۰ آیات کے بالمقابل جو کہ انتظامی نوعیت کی ہیں قرآن میں قریبًا ۷۵۰ آیات یعنی قرآن کا آٹھواں حصّہ ایسا ہے جو کہ اپنے پیروکاروں پر زور دیتا ہے کہ وہ قدرت کا مطالعہ کریں، اس کو سامنے لائیں اور عقل کا بہترین استعمال کریں اور سائنسی علوم اور منصوبوں کی تکمیل کو اپنی اجتماعی زندگی کا جزو لاینفک بنا ڈالیں۔"

مجھے آپ حاضرین کو ورثۃ الانبیاء کا وہ قابلِ فخر لقب یاد دلانے کی ضرورت نہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو اور صاحبِ علم لوگوں کو دیا ہے۔

اِنَّمَا الْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ

قرآن کریم عالم کی برتری بیان کرتا ہے، اس شخص کی جس کے پاس علم ہے۔ اور فرماتا ہے:-

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (الزمر: ۱۰)

تُو کہہ دے کیا علم والے لوگ اور جاہل (کبھی بھی) برابر ہو سکتے ہیں؟

اور پھر فرمایا کہ

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر : ۲۹)

حقیقت اسی طرح ہے (اور) اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اس سے ڈرتے ہیں۔

مَیں نے اِن آیات میں "علم" کے لفظ کا ترجمہ نالج (معلومات) کیا ہے۔ جو نکتہ مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ابھی چند ماہ قبل کی بات ہے کہ الفتح یونیورسٹی طرابلس کے ریکٹر ڈاکٹر المنتصر نے بڑے وثوق سے مجھے بتایا کہ عربی زبان میں سائنس کے لئے "علم" کے علاوہ اور کوئی لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ مَیں بڑے ادب سے یہ تجویز کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے مذہب میں سائنس پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ ہماری درسگاہوں میں سائنس کی تدریس اسی طرح لازمی ہونی چاہیئے جس طرح بوعلی سینا کے زمانہ میں تھی اور تمام سکولوں اور کالجوں کے نصاب میں اسی طرح لازمی طور پر شامل ہونی چاہیئے جس طرح دینی تعلیم شامل ہے۔

لیکن سائنس اور ٹکنالوجی کو استعمال کرنے کی عملی صورت کیا ہو؟ دوبارہ مَیں بڑے ادب سے یہ عرض کروں گا کہ قرآن حکیم اُمّت پر یہ زور دیتا ہے کہ وہ ٹکنالوجی کا علم حاصل کرے۔ مثال کے طور پر وہ انبیاء حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے جو کہ اپنے وقت کی ٹکنالوجی کے ماہر تھے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ

"ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا"

"ہم نے ان کے لئے ہواؤں کو مسخر کر دیا" اور ان کے لئے کشتیاں چلادیں اور "جنوں کو ان کے تابع کر دیا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ ان کو بھاری مشینری کے استعمال پر قدرت بخش دی جس کے ذریعہ سے وہ بلڈنگیں، بڑے بڑے بلاک، ڈیم، محل اور پانی کے ذخائر بناتے تھے اور ذوالقرنین نے لوہے کے بلاکس اور پگھلے ہوئے تانبے کے ذریعہ دفاعی تنصیبات قائم کیں۔ اس میں دھاتی ٹکنالوجی، بھاری تعمیرات اور ہواؤں کو مسخر کرنے اور اس سے مواصلات کا کام لینے پر زور دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن کریم ماضی کے واقعات کو یونہی بیان نہیں کرتا بلکہ اس سے مستقبل کی پیشگوئی کرتا ہے اور اُمّت کو عمل پر اُبھارنے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی میں مطلوبہ مہارت آج ہم کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ ابتدائی چند صدیوں کے ہمارے اپنے تجربے اور دوسروں کے تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے مَیں یہ دوبارہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ اِس معاملہ میں کوئی شارٹ کٹ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ قوم کو اِس مقصد

کے لئے پورے عزم سے وقف کرنا ہوگا۔ ہمیں لازمی طور پر اپنی نصف سے زائد افرادی قوت کو سخت سائنسی اور ٹکنولوجیکل تربیت دینا ہوگی ہمیں بنیادی اور اطلاقی سائنسوں کو حاصل کرنے کے لئے اپنے ملک کی کُل قومی آمدنی کا قریباً ۱-۲ فیصد ریسرچ اور سائنسی ترقیاتی سکیموں پر صرف کرنا ہوگا۔ یہ کام جاپان نے اُس وقت کیا جب اس ملک میں پچھلی صدی کے آخیر میں میجی انقلاب برپا ہوا جب کہ شہنشاہ نے یہ حلف اُٹھایا کہ علم ہر قیمت پر اور دُنیا کے دُور دراز کونوں سے بھی حاصل کیا جائے گا۔ یہی کام حال ہی میں کوریا نے اپنے سائنس کے لئے پانچ سالہ منصوبوں کے ذریعہ بھی کیا ہے اور یہی کام آج بڑے زور و شور سے ہمارے عظیم اور ہمسایہ دوست ملک چین میں کیا جا رہا ہے اور انہوں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ GENETIC ENGINEERING، بیالوجی، ہائی انرجی فزکس، خلائی ٹکنالوجی اور الیکٹرانکس میں ۲۰۰۰ء تک مغرب سے آگے نکل جائیں گے خواہ اس کے لئے معاشرے کو کتنی ہی رقم خرچ کرنی پڑے اور کتنی ہی قربانیاں دینی پڑیں۔ اگر ہم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو بھی انہی خطوط پر چلنا پڑے گا مگر ایسا نہ ہو کہ ہمارے عزائم ہمارے بلند بانگ تصورات کا ساتھ نہ دے سکیں۔

جنابِ صدر!

اِس سلسلہ میں اِس سے زیادہ بُری بات اور کیا ہوگی کہ ہمارے پاس بہت معمولی سائنس اور ٹکنالوجی کا علم رکھنے والی نوجوان پڑھی لکھی افرادی قوت کا قحط ہے حالانکہ یہی جوان افرادی قوت ہماری قوم کو نئی زندگی بخش سکتی ہے۔ اس قوم کے پاس سائنسی لٹریچر نہیں، ساز و سامان نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اس قوم کو بین الاقوامی حلقوں سے مناسب رابطہ کی سہولتیں تک بھی میسّر نہیں ہیں۔

اور اِس ضمن میں یہ بات قطعی طور پر یاد رکھنی چاہیئے کہ سائنس سستی نہیں ہے۔ اس پر سرمایہ کاری کے لئے پوری قوم کو قربانیاں کرنے کی ضرورت ہے یہ صرف حکومت کا کام نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا ہے کہ سائنسی اور صنعتی تحقیق پر خرچ کرنے کا بین الاقوامی معیار یہ ہے کہ کُل ملکی آمدنی کا قریباً ۱-۲ فیصد اس پر صرف کیا جائے۔ پاکستان کی کُل قومی آمدنی قریباً دس ارب ڈالر ہے۔ اِس لحاظ سے اِس کو کم از کم دس کروڑ ڈالر سالانہ سائنس اور ٹکنالوجی کی ریسرچ پر خرچ کرنے چاہئیں۔

جنابِ صدر! مجھے آجکل کے اعداد و شمار کا علم نہیں ہے لیکن جب پاکستان میں سائنس سے میرا تعلق تھا، یہ قریباً دس سال پہلے کی بات ہے اُس وقت کبھی بھی یہ رقم اسّی لاکھ ڈالر سے آگے نہیں بڑھی۔ اور اُس وقت اس میں مشرقی پاکستان بھی شامل تھا۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہم کو جو کچھ ریسرچ اور سائنسی ترقی کے لئے کرنا چاہیئے تھا ہم اس سے دس گنا کم خرچ کر رہے تھے اور اسی نسبت سے ہمارے پاس

سائنسدانوں کی تعداد اور زیر تربیت تیکنیک کاروں کی تعداد بھی کم تھی۔

لیکن صرف رقم مختص کر دینا ہی کافی نہیں اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ قومی ترقی کے ہر میدان میں سائنس اور سائنسدانوں کو استعمال کرنے کی خواہش موجود ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا ہے یہ ایک حیران کُن حقیقت ہے کہ کوریا والوں نے اپنی مجموعی قومی آمدنی میں دس سال میں اِس طریقے پر عمل کر کے دس گنا اضافہ کر لیا ہے اور ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۹ء تک ان کی آمدنی سَو ڈالر فی کس سے بڑھ کر ۱۰۰۰ ڈالر فی کس ہو گئی ہے۔ یہ بات مجھے کیبنٹ کے وزیروں سے لے کر فزکس کے پروفیسروں تک سب نے سیئول میں بتائی کہ انہوں نے یہ کامیابی سائنس کی ترقی کے لیئے اپنے پانچ سالہ منصوبوں کے ذریعہ حاصل کی کیونکہ وہ منصوبے ملک کی مجموعی ترقی کے سرمایہ کاری پروگراموں میں پوری طرح شامل تھے۔ اِس سلسلہ میں پاکستان کی صورتِ حال یہ ہے کہ پلاننگ کمیشن میں آج تک سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا کوئی سَیل ہی نہیں بنایا گیا۔ اگر ہم نے سائنس اور ٹکنالوجی سے کوئی عملی فائدہ حاصل کرنا ہے تو اس کے لیئے لازمی ہے کہ سائنسدانوں اور تیکنیکی ماہرین کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ وہ ملک میں اعلیٰ علم اور سائنس کا نفاذ کریں۔ کوئی انتظامی عہدیدار یہ کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے ایسا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے بلکہ ان کو اسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح سے کہ جاپان میں، چین میں، کوریا میں، سویڈن میں اور فرانس میں کیا جا رہا ہے اور یہ میرے ذاتی تجربہ کی بات ہے کہ ان جگہوں پر سائنسدانوں، تیکنیکی ماہرین اور ان افراد کے درمیان جو ترقیاتی مشینری اور صنعت کو چلاتے ہیں مکمل ترین ہم آہنگی ہے اور اس سلسلہ میں سائنسدانوں کے متعلقہ شعبوں میں ان پر ہر طرح سے مکمل اعتماد کیا جاتا ہے مجھے یاد ہے کہ مَیں نے ایک دفعہ آنجہانی ماؤنٹ بیٹن کو رائل سوسائٹی میں ایک لیکچر دیتے ہوئے سُنا تھا۔ وہ جنگ کے دوران سائنسدانوں کے ساتھ کام کرنے کے بارے میں اپنے تجربات کا ذکر کر رہے تھے۔ ان سائنسدانوں میں سر سولی ذوکرمین، اے وی ہل، پی ایم ایس بلاکٹ جیسے سائنسدان شامل تھے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بتایا کہ ۱۹۳۹ء میں سائنسدانوں کے ساتھ اپنی پہلی میٹنگ میں انہوں نے سائنسدانوں کو جنگ کے بارے میں اپنے مسائل کی ایک فہرست پیش کی۔ ان مسائل کی فہرست افواج نے سائنسدانوں کے لئے تیار کی تھی کہ وہ ان کو حل کریں۔ ماؤنٹ بیٹن نے یہ واقعات یاد کرتے ہوئے کہا کہ ذوکرمین یہ فہرست دیکھ کر ہنسے اور کہا کہ براہِ کرم مسائل کی یہ فہرست پیش کرنے پر اکتفا نہ کریں ہمیں اپنے اعتماد میں لیں ہمیں بتائیں کہ آپ کے مقاصد کیا ہیں اور پھر ہمیں اپنے طریقے پر یہ طے کرنے دیں کہ اس کے راستے میں کون کونسی مشکلات اور رکاوٹیں ہیں پھر ہم مشترکہ طور پر کوشش کریں گے اور ان مسائل کو حل کریں گے تاکہ آپ کے وہ مقاصد

پورے ہوسکیں جو آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جنابِ صدر!

آج کی یہ تقریب اسی وقت کوئی تاریخی حیثیت اختیار کر سکتی ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو یہ احساس دلادیں کہ جدید سائنس اور ٹکنالوجی حاصل کرنے کے راستے میں ان کو کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ یہ تقاریب اُسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہوسکتی ہیں جبکہ اس مسئلہ پر قوم رُوحانی طور پر متحد ہو۔ اگر نوجوان نسل جو سوچتی ہے کہ سائنس اور مذہب میں کوئی اختلاف ہے تو وہ ایسا نہ سوچے کیونکہ درحقیقت اسلام کی رُو سے مذہب اور سائنس میں کوئی محاذ آرائی نہیں۔ یہ تقاریب اسی وقت فائدہ مند ہوں گی جب پاکستان سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کے لئے پانچ سالہ منصوبے بنائے اور اس پر عمل درآمد کا کام سائنسدانوں کے سپرد کیا جائے اور انتظامیہ ان کا احترام کرے، ان پر اعتماد کرے اور دونوں آپس میں پوری طرح تعاون کریں۔

جنابِ صدر!

میرا ایک ماہر طبعیات کی حیثیت سے اُبھرنا محض چند اتفاقات کا نتیجہ ہے جس میں اقتصادی اور دیگر عوامل شامل ہیں۔ مَیں یہاں ان کی وضاحت نہیں کروں گا لیکن آپ ذاتی طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ بہت سے لوگ اس قسم کی رکاوٹوں کی وجہ سے نقصان اُٹھاتے رہے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا فرض ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ وہ اس میں سے اپنی نوجوان نسل کا حصہ بھی نکالیں۔ سائنس اور سائنسدانوں کی مدد کریں تاکہ کوئی ذہین شخص ضائع نہ ہو۔ کوئی حکومت اکیلے یہ کام نہیں کر سکتی مَیں پوری قوم سے بحیثیت مجموعی اپیل کرتا ہوں اور اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ ہر جگہ پر ذہین لوگوں کے لئے فیاضی سے فنڈز مختص کئے جائیں۔

آج آپ جس اعزاز کی تقریب منا رہے ہیں یہ چودھویں صدی ہجری کے آخری سال میں حاصل ہوُا ہے مجھے اجازت دیں کہ مَیں اپنی تقریر کا اختتام اِس دعا پر کروں کہ خدا کرے کہ نئی صدی ہجری کا سُورج اِس قوم کے لئے اور عالمِ اسلام کے لئے اِسی قسم کی اور اِس سے بھی بڑھ چڑھ کر کامیابیاں لے کر طلوع ہو اور اس میں ہر سال اضافہ ہی ہوتا چلا جائے۔ آمین

پروفیسر عبد السّلام نے کہا:۔

"پاکستان والو! خدا اور مذہب کی صحیح پہچان پیدا کرنا چاہتے ہو تو سائنس پڑھو — ورنہ تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں۔"

جماعتِ احمدیہ کے ۸۷ویں جلسہ سالانہ ۱۹۷۹ء کے موقع پر ڈاکٹر عبدالسلام کا خطاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❊ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح! احبابِ جماعت!!

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آج سے تقریباً پندرہ سال پیشتر حضرت والد صاحب چوہدری محمد حسین صاحب مرحوم (جن کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں) نے اپنی ڈائری میں مندرجہ ذیل سطور رقم فرمائی تھیں:-

”حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مرحوم نے بندہ کو بمقام لندن ایک خط لکھا جس میں درج تھا کہ ”میں آپ کے عزیز فرزند کے متعلق دُور اُفق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں“۔ الفاظ پیشگوئی ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:-

”میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچّائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے ....

.... سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پُورا ہوگا“

(تجلّیاتِ الٰہیہ) حضرت مسیح موعودؑ ص ۱۸،۱۷

مَیں اُس پاک ذات کی حمد و ستائش سے لبریز ہوں کہ اُس نے امامِ وقت کی، میرے والدین کی، اور جماعت کے دوستوں کی مسلسل اور متواتر دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور عالمِ اسلام اور پاکستان کے لئے خوشی کا سامان پیدا کیا۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جسمانی اور رُوحانی اولاد کے لئے دعا فرمائی تھی فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ اے خدا تُو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔ پچھلے چند ہفتوں میں اسی قسم کی محبّت کا اظہار جناب صدرِ پاکستان اور ساری قوم کی جانب سے ہُوا ہے جس کے لئے مَیں انکا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ آخر میں ربّ العزّت کی بارگاہ میں سربسجود ہوں اور آپ کی مزید دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

سیّد جعفر طاہر مرحوم

فرزندِ جھنگ۔ فخرِ پاکستان

میری زباں پہ ذکر ہے عبد السلام کا
خوش آج دیکھتا ہوں مَیں دِل خاص و عام کا

آنے لگے ہیں ماہ و سما سے مجھے سلام
مَیں نے لیا ہے نام جو تجھ نیک نام کا

تُو سرزمینِ جھنگ کا فرزند نامور
اہلِ وطن کا ناز شرف روم و شام کا

اُستاد بھی ہے دوست بھی ہے قدرداں بھی ہے
پیکر حیا کا، پُتلا ہے تُو خلق عام کا

خوش فکر، خوش مزاج جوان و شگفتہ دِل
دریائے بے کنار ہے لُطف مدام کا

حیران عقل ہے تیرے لُطف و کمال پر
اندازہ کر سکوں نہ مَیں تیرے مقام کا

اے تُو کہ پیرِ میکدۂ اہلِ علم ہے
اے تُو کہ صدرِ بزم ہے اہلِ کلام کا

فکرِ ارسطو فہمِ فلاطوں ترے نثار
نشّہ ترے سخن میں ہے کوثر کے جام کا

لازم ہے اب نہ کوئی نیوٹن کا نام لے
تھا رکن گرچہ وہ بھی گروہِ کرام کا

تُو رشکِ فیثاغورث و آئن سٹین ہے
تُو فخر ابنِ سینائے عالی مقام کا

تُو نورِ چشمِ جابر ابنِ حیانؓ[1] ہے — رازی کا راز آئینہ فکرِ خیام کا

واقف ہے تُو بروج و عروجِ نجوم سے — تُو راز داں ہے شمس و قمر کے نظام کا

زہرہ کو پیشوائی کا ہر لحظہ شوق ہے — مریخ میں تو چرچا ہے تیرے پیام کا

پھیلی ہے تیرے علم کی یہ روشنی کہ آج — دل کانپنے لگا فلک نیلی فام کا

کیا روشنی فرنگ کی تجھ پر اثر کرے — تُو آفتابِ تازہ ہے بیت الحرام کا

نوبل پرائز لے کے ہو تُو فائز المرام — زیبا ہے اب صِلہ جو ملے تجھ کو کام کا

تُو میرا ہم وطن ہے شرف ہے یہی مجھے — ورنہ مَیں دین کا ہُوں نہ دُنیا کے کام کا

آباد و شاد کام و سدا کامراں رہے — سایہ ہو سر پہ سرورِ خیر الانامؐ کا

ہاتھوں میں ہو جو مرکبِ ایّام کی عناں — ہو تیرے سر پہ تاج بقائے دوام کا

طاہر زباں کو یاد فقط ذکرِ یار ہے
دِل نے سبق پڑھا ہے فقط احترام کا

۱۹۷۳ء

[1] اصل نام جابر بن حیّان ہے مگر شاعر نے ضرورتِ شعری سے نام کو اِس انداز سے باندھا ہے۔

شیر افضل جعفری

ڈاکٹر عبدالسلام

(فرزندِ جھنگ، سرمایۂ پاکستان)

تم جواں عشق و جواں بخت بشر ہوتے ہو
نخلِ سائنس کے دالدار ثمر ہوتے ہو

تم نے صحرائے ریاضی میں کھلائے ہیں گلاب
دشتِ الجبرہ میں شاخِ گل تر ہوتے ہو

قدرتِ حق سے ملا ہے تمہیں کشمیرِ خلوص
دل کی جاگیر کے لج پال کنور ہوتے ہو

جھنگ والوں کے لئے قوّتِ پرواز ہو تم
بے پَروں کے لئے سرخاب کا پَر ہوتے ہو

آزمائش میں نکھرتا ہے تمہارا کردار
تم بہر رنگ و بہر حال اَمر ہوتے ہو

تم سے یورپ میں بھی چھوٹے نہیں صوم اور صلوٰۃ
شامِ تاریک میں گلبانگ سحر ہوتے ہو

تم سیالوں کی کھنکتی ہوئی نگری میں سلام
عید کے چاند کے چڑھنے کی خبر ہوتے ہو

آ کے دیتی ہے تمہیں دانشِ افرنگ خراج
تم بہ اورنگ جنوں تاج بہ سر ہوتے ہو

تم اے سلطانِ قلم! طاہر و افضل کے لئے
ذوقؔ و غالبؔ کی قسم رشکِ ظفرؔ ہوتے ہو

ہاتھ اُٹھیں جو تہجّد میں کبھی پچھلی رات
تم بہ ہنگامِ دعا پیشِ نظر ہوتے ہو

۱۹۷۳ء

شیر افضل جعفری

چنہاں دا چن

(اللہ و الا سائنسی جوان)

عبدالسلام اوہدا فرزند جھنگ ہے — سلطان باھوؒ واںگ کا نوبل ملنگ ہے
لیتا ہے گنگنا کے ریاضی کو باتھ میں — سائنس اس کتاب دلالے کی منگ ہے
ذرّے کے بھوم راگ کی سولہ سنگار تان — تارے کی چندر کونس کا سنگیت انگ ہے
یہ شخص کیمیا کا ہے ابدالِ خوش خیال — فزکس کی فرات کا صادقؒ نہنگ ہے
خمرا ہے یہ تو حضرتِ باہوؒ کے دیس کا — اس کے سرود و سوز پہ اللہ کا رنگ ہے
کرتا ہے رام گردشِ دوراں کو فکر سے — چودھار اس کی سوچ کلائی کی ونگ ہے
کنکوا باز ہے یہ خلا کی بسنت کا — اس کی نگاہ ڈور ہے چندا پتنگ ہے
لکھ بخش کے طفیل ہیں یہ گھما گھمیاں — جلسہ نہیں ہے یہ سخیؒ سرور کا سنگ ہے
اس کی خموشیوں میں غزلخواں مذاکرے — اور اس کی بات بات میں نیرنگِ چنگ ہے
ڈالے ہوئے ہیں عزبیاں دانتوں میں انگلیاں — اس کے جمالِ ذہن پہ یورپ بچنگ ہے
یہ راز دانِ آتش و آب و ہوا و گل — دانش ورانِ دیس کے دل کی امنگ ہے
گاتا ہے تجزیئے کے نشے میں ازل غزل — اس کے لئے وضو کی تری جلترنگ ہے
اللہ رے سپوت محمد حسین کا — کردار کے چنار کی رنگیں پھننگ ہے

اے پاک سرزمیں تیرے مست چنہاں کی خیر
اس کے جنوں پہ عقلِ ارسطو بھی دنگ ہے

۱۹۷۹ء — ۳ اولیائے جھنگ

ڈاکٹر عبد السلام

پاکستانی اخبارات میں چھپنے والی خبروں اور مضامین کا اشاریہ

پاکستان ٹائمز لاہور

۱۶ اکتوبر ص ۱ کالم ۴ ضیاء کی ڈاکٹر سلام کو مبارکباد - سنگل کالم

،، ،، ،، ،، ۵ پروفیسر سلام کے لئے فزکس کا نوبل پرائز - ۳ کالمی

۱۷ ،، ص ۱۲ ،، ۱ سگنل آنر - اداریہ

،، ،، ص ۵ ،، ۴ ڈاکٹر سلام کو خراجِ تحسین - پاکستان ایسوسی ایشن آف سائنٹسٹس کے صدر ڈاکٹر زیڈ اے ہاشمی کا بیان -

،، ،، ص ۸ ،، ۷ بیس سالہ کام کا نتیجہ - سلام

۱۹ ،، ص ۱ ،، ۳ ڈاکٹر سلام کی طرف سے ورلڈ سٹیلنٹ فنڈ قائم کرنے کی تجویز - یونیسکو کی طرف سے پیرس میں البرٹ آئن سٹائن یادگاری گولڈ میڈل دیئے جانے کی تقریب سے خطاب - ۲ کالمی -

،، ،، ص ۱ ،، ۱ سلام کی یونیفائیڈ تھیوری ــــ اتحاد کی تلاش - از فرحت اللہ بابر - مضمون

،، ،، ص ۱ ،، ۳ پاکستان کا پہلا نوبل انعام حاصل کرنے والا - از اے - بی - راجپوت - مضمون

۲۲ ،، ص ۱۲ ،، ۱ ڈاکٹر سلام کی تجویز - اداریہ

۲۴ اکتوبر ص ۱۲ ،، ۷ ڈاکٹر سلام کا انعام - خط عبد الوحید وحدت روڈ لاہور - ایڈیٹر کے نام خطوط

یکم نومبر سلام وینبرگ تھیوری - فزکس میں اتحاد کا نظریہ - از پروفیسر ایم - اے شوکت

۱۹ اکتوبر ص۳ کالم ۱ ناکام ہیرو — محترم تھریسا اور ڈاکٹر عبدالسلام۔ از جمیل الدین عالی مستقل کالم نگار خانے میں۔

〃 〃 ص۱۲ 〃 ۴ ڈاکٹر سلام کے لئے آئن سٹائن طلائی تمغہ

۲۱ 〃 ص۶ 〃 ۱ پاکستان کے ممتاز سائنسدان پروفیسر عبدالسلام (تصویر ۲ کالمی)

〃 〃 ص۱۲ 〃 ۳ سائنسدان اور دیندار میں کوئی تضاد نہیں۔ وائس آف امریکہ کو انٹرویو۔ سنگل کالمی

۸ دسمبر ص۱۲ 〃 ۸ پروفیسر عبدالسلام پیر کو اپنا نوبل انعام وصول کریں گے۔ سنگل کالمی

۱۲ 〃 ص۱ 〃 ۵ پروفیسر سلام نے نوبل انعام وصول کر لیا۔ سنگل کالمی

۱۳ 〃 ص۱ 〃 ۵ پروفیسر عبدالسلام کے لئے نشانِ امتیاز۔ سنگل کالمی

۱۵ 〃 ص۱۲ 〃 ۴ ڈاکٹر عبدالسلام کا خواب پورا ہو گیا۔ اسلامی سائنس فاؤنڈیشن کے قیام پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔

۱۶ 〃 ص۸ 〃 ۶ پروفیسر عبدالسلام کراچی پہنچ گئے۔

۱۷ 〃 ص۱ 〃 ۳ ڈاکٹر عبدالسلام سویڈن کی ملکہ کے ہمراہ۔ تصویر ۲ کالمی۔

〃 〃 〃 〃 ۴ پروفیسر عبدالسلام کے لئے ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری۔

〃 〃 ص۴ 〃 ۶ پروفیسر سلام دوسرے دو نوبل انعام یافتہ سائنسدانوں کے ہمراہ۔ تصویر دو کالمی

۱۸ 〃 ص۱ 〃 ۸ آج صدر ضیاء الحق پروفیسر سلام کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دیں گے۔

۱۹ 〃 ص۱ 〃 ۶ پروفیسر سلام کے اعزاز میں عشائیہ۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے۔

〃 〃 〃 〃 ۷ صدر ضیاء الحق نے ڈاکٹر سلام کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دی۔

〃 〃 〃 〃 ۶ صدر ضیاء الحق ڈاکٹر سلام کو ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری دینے کے بعد۔ تصویر ۲ کالمی۔

۲۰ 〃 ص۱ 〃 ۷ ڈاکٹر عبدالسلام نے آئن سٹائن کے خواب کو پورا کر دیا۔ منیر احمد

اٹیمی کمیشن کو ان کے کارنامے پر فخر ہے۔ استقبالیہ تقریب سے چیئرمین کا خطاب

۲۱ 〃 منصوبہ بندی کے بغیر کوئی پیشہ اختیار کرنے کا رجحان ختم ہونا چاہیئے۔

〃 〃 ص۱ 〃 ۲/۲ سابقہ حکومت نے تعلیم کو سرکاری تحویل میں لے کر غلطی کی تھی۔ پروفیسر عبدالسلام۔

〃 〃 〃 〃 〃 ڈاکٹر عبدالسلام کو پاکستان اکیڈیمی آف سائنس کا طغریٰ پیش کیا جا رہا ہے۔ تصویر ۲ کالمی۔

۲۲ دسمبر	ص۴	کالم ۴	پروفیسر عبدالسلام نے صدر ضیاء الحق سے ملاقات کی۔ سنگل کالمی
۲۳ "	ص۱	" ۳	سائنسی علوم کے فروغ کے لئے ٹیلنٹ فنڈ قائم کیا جائے۔ پروفیسر عبدالسلام۔ ۲ کالمی۔
" "	ص۴	" ۴	ڈاکٹر عبدالسلام ۲۹ دسمبر کو کراچی پہنچیں گے۔ سنگل کالمی
۲۴ "	ص۱۲	" ۱	پاکستانی سائنسدان ملک کی ترقی کے علمبردار بن جائیں۔ پروفیسر عبدالسلام ملک کی موجودہ فضا سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کے لئے سازگار ہے پنجاب یونیورسٹی میں تقریر۔ ۲ کالمی۔
۲۸ "	ص۳	" ۱	خطابات و روایات + ٹکنالوجی — پاکستان کے لئے پاکستان براہ سویڈن۔ از جمیل الدین عالی۔ مستقل کالم نقار خانے میں۔
۲۹ "	ص۱	" ۴	ڈاکٹر سلام کو سلام۔ اقلیتی رہنما سوامی کلجگ آنند کی مبارکباد۔ سنگل کالمی
" "	ص۱۲	" ۴	ڈاکٹر عبدالسلام آج کراچی پہنچیں گے۔ سنگل کالمی
۳۱ "	ص۲	" ۱	ڈاکٹر عبدالسلام آج یونیورسٹی میں خطاب کریں گے۔ سنگل کالمی
یکم جنوری	ص۱۲	" ۴	کراچی میڈیکل ایسوسی ایشن کی طرف سے تاحیات رکنیت ملنے کی تقریب سے خطاب / جامعہ کراچی شعبہ طبعیات طلباء و اساتذہ سے خطاب۔ تصاویر
" "	ص۲		جامعہ کراچی میں خطاب۔ تصویر
" "	"		فزکس سوسائٹی جامعہ کراچی کی طرف سے نقرئی طشتری پیش کی گئی۔ تصویر
۲ "	ص۱۲	کالم ۱	کراچی کے تاجروں کی طرف سے استقبالیہ۔ تصویر
" "	"	" "	کراچی پریس کلب میں صحافیوں سے خطاب۔ تاحیات رکنیت دی گئی اور کلب کا نشان پیش کیا گیا / سائنسدانوں کی چار انجمنوں کی طرف سے مشترکہ استقبالیہ / اولڈ راوین سے خطاب۔ ڈاکٹر صاحب کے نام پر ۲۵ لاکھ ڈالر کا فنڈ قائم کرنے کا اعلان / این ای ڈی یونیورسٹی کے طلباء کا استقبالیہ۔
۳ "	ص۱	" ۲	لندن کو روانگی سے قبل ریڈیو پاکستان کو انٹرویو۔
۱۰ "	"	" ۸	پاکستان کالج ٹیچرز ایسوسی ایشن سندھ کی صدر اور دیگر عہدیداروں نے ڈاکٹر عبدالسلام کو ایسوسی ایشن کی تعلیمی تجاویز پیش کیں۔ تصویر

حریت کراچی

۳، نومبر ص۳ کالم ۲ پاکستانی سفیر کا ڈاکٹر عبدالسلام کے اعزاز میں عشائیہ۔

یکم جنوری ص۳ 〃 ۱ پی ایم اے ہاؤس کراچی میں ڈاکٹروں سے خطاب۔ (تصویر)

〃 〃 ص۱ 〃 ۸ جامعہ کراچی میں فزکس سوسائٹی کا نشان پیش کیا گیا۔ (تصویر)

〃 〃 〃 〃 ۶ کراچی میں تقاریب سے خطاب، جامعہ کراچی، ڈاکٹروں کا اجتماع، ۷۷ کی طرف سے
لنچ، پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کی تاحیات رکنیت۔

۲ 〃 ص۳ 〃 ۶ پریس کلب کی طرف سے استقبالیہ (تصویر)

〃 〃 〃 〃 ۸ پریس کلب کی تاحیات رکنیت

〃 〃 ص۱ 〃 ۲ اولڈ راوینز کی طرف سے عصرانہ (تصویر)

〃 〃 〃 〃 ۴ پریس کلب، اولڈ راوینز کی طرف سے ڈاکٹر سلام سکالرشپ کا اعلان، NED انجنیئرنگ
یونیورسٹی کے طالب علموں کی طرف سے عشائیہ۔

ڈان کراچی

۱۶، اکتوبر ص۱ ضیاء کی طرف سے پروفیسر سلام کو مبارکباد

〃 〃 〃 پروفیسر سلام اور دو امریکن سائنسدانوں کو نوبل انعام

۱۷ نومبر اسلامی سائنس فاؤنڈیشن کا قیام۔ ڈاکٹر سلام کی تجویز پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔

سندھی روزنامہ ہلال پاکستان کراچی

۱۸، اکتوبر ڈاکٹر سلام کو سلام۔ اداریہ

امروز لاہور (لوکل ایڈیشن)

۱۶، اکتوبر ص۱ کالم ۱ تا ۵ نہایت اہم سائنسی دریافت پر پروفیسر عبدالسلام کو نوبل انعام دینے کا اعلان۔ ۵ کالمی
باکس۔

〃 〃 〃 〃 〃 〃 پاکستان کی عظمت دوبالا ہو گئی۔ پروفیسر عبدالسلام

مشرق چار ستاروں والا ایڈیشن

۱۷ر اکتوبر صٓ کالم ۲ تعارفی مضمون۔ڈاکٹر عبدالسلام نوبل انعام پانے والے پہلے پاکستانی۔
" " " " " اداریہ۔پاکستان کے لئے عالمی اعزاز۔
۱۹ " صٓ " ۴ م۔ش کا کالم۔ نوبل پرائز یافتہ عبدالسلام کا گھریلو ماحول۔
" " صآخر " ۱ عبدالکریم عابد۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے نوبل پرائز کیسے حاصل کیا۔
۲۱ " صٓ " ۳ لاہور نامہ (انتظار حسین) پاکستان کے لئے سائنس کا نوبل انعام۔

مشرق لاہور۔لوکل ایڈیشن

۱۶ر اکتوبر صٓ کالم ۱ ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل انعام دے دیا گیا۔صدر کی طرف سے مبارکباد کا پیغام
۱۷ " صٓ " ۱ پاکستان کے لئے عالمی اعزاز - اداریہ ثانی۔
" " " " ۲ ڈاکٹر عبدالسلام نوبل انعام پانے والے پہلے پاکستانی مضمون مضمون نگار کا نام موجود نہیں۔
۱۹ " صٓ " ۸ ڈاکٹر سلام نے اپنے انعام کی رقم بین الاقوامی ٹیلنٹ فنڈ کو دے دی۔

نوائے وقت

۱۹ر اکتوبر صٓ کالم ۸ (خبر) پیرس میں ایک تقریب
۲۶ " صٓ کالم ۱تا۵ مصنف نذیر احمد خان
۲۹ " صٓ " ۷ مکتوب برطانیہ
۳ر نومبر صٓ " ۵ پاکستانی سفیر مقیم لندن کا ڈاکٹر سلام کے اعزاز میں عشائیہ
۳ دسمبر ڈاکٹر عبدالسلام۔انٹرویو از وارث میر۔پورا صفحہ
۸ " کششِ ثقل برقی مقناطیسیت اور ایٹمی قوتوں کی ہم آہنگی کا راز؟ ترجمہ ابو سعید انور

نوائے وقت لاہور۔لوکل ایڈیشن

۱۶ر اکتوبر صٓ کالم ۲ پاکستان کے سائنسدان پروفیسر عبدالسلام کو امن کا نوبل انعام دیا گیا۔
نوٹ (سرخی میں غلطی سے "امن کا نوبل انعام" لکھا گیا ہے)
۱۹ " " " ۴ پروفیسر عبدالسلام نے نوبل انعام کی ۶ ہزار ڈالر کی رقم نوجوان سائنسدانوں کے فنڈ میں دے دی۔ (دو کالمی باکس)

عہدیداران مجلس عاملہ انصاراللہ مرکزیہ سال ۱۳۵۹ہش ۱۹۸۰ء

صدر : محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

نائب صدر : محترم چوہدری حمید اللہ صاحب

اراکین خصوصی : محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب، محترم مرزا عبدالحق صاحب، محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر، محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب، محترم چوہدری احمد مختار صاحب، محترم شیخ مبارک احمد صاحب لندن۔

نمبر شمار	اراکین عمومی	نام عہدیدار	نائبین
۱	قائد عمومی	مکرم مسعود احمد صاحب جہلمی	مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب
۲	” تربیت	” سید احمد علی شاہ صاحب	” صوفی محمد اسحٰق صاحب
۳	” اصلاح و ارشاد	” سید کمال یوسف صاحب	” پروفیسر سعود احمد خان صاحب
۴	” تعلیم	” پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب	
۵	” ذہانت، صحت جسمانی	” صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب	
۶	” مال	” عبدالرشید غنی صاحب	
۷	” اشاعت	” ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پروازی	
۸	” تجنید	” محمد اسلم صابر صاحب	
۹	” وقفِ جدید	” پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب	مکرم صوفی خدا بخش صاحب
۱۰	” تحریکِ جدید	” چوہدری شبیر احمد صاحب	” شیخ راشد احمد صاحب
۱۱	” ایثار	” صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب	” عبدالرشید رازی صاحب
۱۲	” مجالس بیرون، قلمی دوستی	” صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب	
۱۳	ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ	” ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پروازی	
۱۴	آڈیٹر	” صوفی غلام محمد صاحب	مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب

بسلسلہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

● سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

● حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ

"وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتمّ اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی۔ یعنی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں ...... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد و مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی اُمّی، صادق مصدوق محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

سِیرۃُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے

چند پہلو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیۂ مبارک

آپؐ میانہ قد تھے۔ رنگ بہت خوبصورت تھا۔ یعنی نہ تو بہت ہی سفید جو بُرا لگے اور نہ ہی گندم گوں بلکہ گندم گوں سے کچھ سفید تھا۔ سر کے بال بالکل سیدھے نوکدار نہ تھے بلکہ کسی قدر خمدار تھے۔ داڑھی گھنی اور خوبصورت تھی۔ جسم درمیانہ تھا۔ جلد نازک اور ملائم تھی اور آپؐ کے جسم اور پسینہ میں ایک قسم کی خوشبو پائی جاتی تھی۔ سر بڑا تھا۔ سینہ فراخ۔ ہاتھ پاؤں بھرے بھرے۔ ہتھیلیاں چوڑی۔ چہرہ گول۔ پیشانی اور

ناک اونچی ۔ آنکھیں سیاہ اور روشن ۔ پلکیں دراز تھیں ۔ چلنے میں وقار تھا مگر عموماً تیزی کے ساتھ قدم اُٹھتا تھا گفتگو میں آہستگی ہوتی تھی حتّٰی کہ اگر سُننے والا چاہے تو آپؐ کے الفاظ کو گن سکتا تھا ۔ ناراضگی کے وقت چہرہ سُرخ ہوجاتا تھا اور خوشی کے موقعہ پر بھی چمک اُٹھتا تھا[1] ۔ انگلستان کا مشہور مؤرخ سر ولیم میور آپؐ کا حلیہ بیان کرکے لکھتا ہے کہ :-

"آپؐ کا سردارانہ رنگ ڈھنگ ایک اجنبی شخص کے دل میں کچھ ایسا رعب پیدا کر دیتا تھا جو الفاظ میں نہیں بیان کیا جا سکتا ۔ لیکن جب اسے آپؐ کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملتا تھا اور وہ آپؐ سے واقف ہوجاتا تھا تو اُس کے دل میں بجائے ڈر اور خوف کے عقیدت اور محبّت کے جذبات پیدا ہونے لگتے تھے"[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات

بعثت سے پہلے آنحضرت صلعم قریش کے اندر امین کے لقب سے مشہور تھے جو آپؐ کی امانت و دیانت اور اخلاقِ فاضلہ کا بیّن ثبوت ہے ۔ آپؐ کی راست گفتاری کا یہ حال تھا کہ ابوجہل جیسا معاند جو آپؐ کے خون کا پیاسا تھا ایک دفعہ زمانۂ نبوت میں آپؐ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا :-

انا لا نکذّبك ولکن نکذّب بما جئت به[3]

اے محمدؐ! ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اِس بات کو جھوٹا کہتے ہیں جو تو لایا ہے ۔

ابوسفیان ہرقل شہنشاہِ روم کے سامنے پیش ہُوا تو ہرقل نے اس سے آنحضرت صلعم کے بارے میں پُوچھا :-

هل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان یقول ما قال ؟

کیا تم نے اس دعوٰی سے پہلے کبھی اس شخص کا کوئی جھوٹ دیکھا ؟

ابوسفیان اس وقت آنحضرت صلعم سے برسرِ پیکار تھا لیکن اِس سوال کے جواب میں اسے بھی بجز "لا" یعنی "نہیں" کے کوئی جواب نہیں بن پڑا[4] ۔ **امیہ بن خلف** آنحضرت صلعم کا جانی دشمن تھا ۔ لیکن جب حضرت سعد بن معاذؓ نے اس کو یہ خبر سُنائی کہ آنحضرت صلعم نے تیری موت کی پیشگوئی کی ہے تو اس کے

---

[1] بخاری کتاب صفۃ النبی و شمائل ترمذی ۔ [2] میور صفحہ ۲۵ ۔ [3] ترمذی ۔
[4] بخاری باب بدء الوحی ؀

اوسانی خطا ہو گئے اور اُس نے گھر جاکر اپنی بیوی سے یہ ذکر کیا اور کہا :-

واللہ ما یکذب محمد اذا حدث

پھر النضر بن حارث اشد ترین معاندین اسلام میں سے تھا۔ لیکن جب اُس نے کسی شخص کو یہ کہتے سُنا کہ نعوذ باللہ محمد صلعم جھوٹا ہے تو بے اختیار ہو کر بولا :-

قد کان محمدٌ فیکم غلامًا حدثاً ارضاکم فیکم واصدقکم حدیثاً و اعظمکم امانۃ حتّٰی اذا رئیتم فی صدغیہ الشیب وجاءکم بما جاءکم بہ قلتم ساحر لا واللہ ماھو بساحر[1]

"یعنی محمدؐ تم میں سے ہی ایک چھوٹا سا بچہ ہوتا تھا اور وہ تم سب میں سے زیادہ پسندیدہ اخلاق والا تھا اور سب سے زیادہ راست گو تھا اور سب سے زیادہ امین تھا اور اس کے متعلق تمہاری یہی رائے رہی حتّٰی کہ جب تم نے اُس کی زلفوں میں سفیدی دیکھی اور وہ بڑھاپے کو پہنچا اور وہ تمہارے پاس وہ کچھ لایا جو کہ وہ لایا تو تم یہ کہنے لگے کہ وہ ساحر ہے اور جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم وہ جھوٹا اور ساحر تو ہرگز نہیں۔"

اِس سے النضر بن حارث کی بھی وہی مراد تھی جو ابوجہل نے کہا کہ ہم محمد (صلعم) کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس کے لائے ہوئے دین کو جھوٹا کہتے ہیں۔

پھر جب آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام شروع کی اور ایک پہاڑی پر چڑھ کر قریش کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ "اگر مَیں تم سے کہوں کہ اِس پہاڑی کی پچھلی وادی میں ایک بڑا لشکر جمع ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟" تو باوجود اس کے کہ بظاہر یہ بات بالکل بعید از امکان تھی سب نے کہا :

نعم ما جرّبنا علیک الّا صدقاً۔[2]

"ہاں! ہم مانیں گے۔ کیونکہ ہم نے تجھ کو ہمیشہ صادق پایا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا :- "تو پھر مَیں تم کو بتاتا ہوں کہ اللہ کا عذاب تمہارے قریب آرہا ہے جس سے اپنے بچاؤ کا سامان کر لو۔"

یہ سب شہادتیں اشد ترین دشمنوں کی ہیں اور مومنوں کی طرف سے تو کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کا ایمان لانا ہی ایک زبردست مجسّم شہادت ہے لیکن مَیں اِس موقعہ پر آپؐ کی زوجہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

---

[1] شفا قاضی عیاض و ابن ہشام۔ [2] بخاری و مسلم ÷

کی شہادت درج کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب آنحضرت صلعم کے پاس پہلی دفعہ خدائی فرشتہ وحی لیکر آیا اور آپؐ نے سخت گھبرا کر خدیجہؓ سے کہا کہ مجھے تو اپنے نفس کے متعلق ڈر پیدا ہو گیا ہے تو خدیجہؓ نے جو محرم حال تھی بے ساختہ طور پر یہ الفاظ کہے :۔

کلّا واللہ ما یخزیك اللہ ابداً انّك لتصل الرحم وتصدق الحدیث و تحمل الکلّ و تکسب المعدوم وتقوی الضیف و تعین علیٰ نوائب الحقّ[1]۔

"ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اور صادق القول ہیں اور لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں اور آپ نے گُم شدہ اخلاق کو اپنے اندر جمع کیا ہے اور آپ مہمان نواز ہیں اور حق کی راہ میں لوگوں کے مددگار ہوتے ہیں۔"

یہ اُس معزز خاتون کی شہادت ہے جو دن رات اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے آپؐ کو دیکھتی تھی۔

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وبارك وسلّم

حضورؐ کا عزم و استقلال

اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف کفارِ مکہ کی عداوت

اسلام کے خلاف قریشِ مکّہ کی مخالفت شروع ہوئی تو پھر وہ دن بدن بڑھتی اور خطرناک صورت اختیار کرتی گئی۔ چنانچہ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ قریش نے فیصلہ کرلیا تھا کہ "نیا مذہب صفحۂ دنیا سے میٹ دیا جائے اور اس کے متّبعین اس سے بزور روک دیئے جائیں، اور قریش کی طرف سے جب ایک دفعہ مخالفت شروع ہوئی تو پھر دن بدن ان کی ایذا رسانی بڑھتی اور آتشِ غضب تیز ہوتی گئی"[2]۔ درحقیقت جو فتنہ مخالفینِ اسلام نے اسلام کے خلاف برپا کیا اور اس کے مٹانے کے واسطے جو جو تدابیر کیں وہ ایک لمبی اور دردناک کہانی ہے جس کا سلسلہ ہجرت کے آٹھویں سال تک پہنچتا ہے۔

ابُوطالب کے پاس قریش کا پہلا وفد

سب سے پہلی کوشش قریش کی یہ تھی کہ جس طرح بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی ہمدردی اور حفاظت سے محروم کردیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اُس وقت تک

---

[1] بخاری باب بدءالوحی ؛ [2] میور صفحہ ۶۱

وہ بین القبائل تعلقات کو خراب کرنے کے بغیر آنحضرت صلعم کے خلاف ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے۔ ابوطالب قبیلہ بنو ہاشم کے رئیس تھے اور باوجود مشرک ہونے کے آنحضرت صلعم کے مربّی اور محافظ تھے اس لئے ان کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلعم کے خلاف ہاتھ اُٹھانا بین القبائل سیاست کی رُو سے بنو ہاشم کے خلاف جنگ چھیڑنے کے مترادف تھا جس کے لئے دوسرے قبائلِ قریش ابھی تک تیار نہ تھے۔ لہذا پہلی تجویز انہوں نے یہ کی کہ ابوطالب کے پاس دوستانہ رنگ میں ایک وفد بھیجا کہ وہ اپنے بھتیجے کو اشاعتِ اسلام سے روک دیں۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، ابوسفیان وغیرہ جو سب رؤسائے قریش میں سے تھے ابوطالب کے پاس آئے اور نرمی کے طریق پر کہا کہ "آپ ہماری قوم میں معزز ہیں اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو اس نئے دین کی اشاعت سے روک دیں اور یا پھر اس کی حمایت سے دستبردار ہوجاویں۔ اور ہمیں اور اس کو چھوڑ دیں کہ ہم آپس میں فیصلہ کرلیں" ابوطالب نے ان کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں اور اُن کے غصّہ کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور بالآخر انہیں کچھ ٹھنڈا کر کے واپس کر دیا۔[۱]

دوسرا وفد

لیکن چونکہ ان کی ناراضگی کا سبب موجود تھا بلکہ دن بدن ترقی کرتا جاتا تھا اور قرآن شریف میں بڑی سختی سے شرک کے ردّ میں آیات نازل ہو رہی تھیں اس لئے کوئی لمبا عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ لوگ پھر ابوطالب کے پاس جمع ہوئے اور اُن سے کہا کہ "اب معاملہ حد کو پہنچ گیا ہے اور ہم کو رجس اور پلید اور شرّ البریّہ اور سفہاء اور شیطان کی ذرّیت کہا جاتا ہے اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا جاتا ہے اور ہمارے بزرگوں کو لایعقل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس لئے اب ہم بالکل صبر نہیں کر سکتے اور اگر تم اس کی حمایت سے دست بردار نہیں ہو سکتے تو پھر ہم بھی مجبور ہیں۔ ہم پھر تم سب کے ساتھ مقابلہ کریں گے حتّٰی کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ہلاک ہو جاوے"۔ ابوطالب کے لئے اب نہایت نازک موقع تھا اور وہ سخت ڈر گئے اور اسی وقت آنحضرت صلعم کو بلایا۔ جب آپؐ آئے تو اُن سے کہا کہ "اے میرے بھتیجے! اب تیری باتوں کی وجہ سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ تُو نے اُن کے عقلمندوں کو سفیہہ قرار دیا۔ ان کے بزرگوں کو شرّ البریّہ کہا۔ اُن کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزمِ جہنّم اور وقود النّار رکھا اور خود انہیں رجس اور پلید ٹھہرایا۔ میں تجھے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ اس دشنام دہی سے اپنی زبان کو تھام لو اور اس کام

---

[۱] ابن ہشام ؛

سے باز آجاؤ ورنہ میں تمام قوم کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا"۔[1] آنحضرت صلعم نے سمجھ لیا کہ اب ابوطالب کا پائے ثبات بھی لغزش میں ہے اور دُنیاوی اسباب میں سے سب سے بڑا سہارا مخالفت کے بوجھ کے نیچے دب کر ٹوٹا چاہتا ہے مگر آپ کے ماتھے پر بَل تک نہ تھا۔ نہایت اطمینان سے فرمایا :۔

"چچا! یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے۔ اور یہی تو وہ کام ہے جس کے واسطے مَیں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کی خرابیاں اُن پر ظاہر کر کے انہیں سیدھے رستے کی طرف بُلاؤں۔ اور اگر اس راہ میں مجھے مرنا درپیش ہے تو مَیں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اس راہ میں وقف ہے اور مَیں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رُک نہیں سکتا۔ اور اے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو آپ بے شک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جائیں مگر مَیں احکامِ الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رُکوں گا۔ اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لاکر دے دیں تب بھی مَیں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا۔ اور مَیں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتّٰی کہ خدا اسے پُورا کرے یا مَیں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں"۔

آنحضرت صلعم یہ تقریر فرما رہے تھے اور آپؐ کے چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رِقّت نمایاں تھی۔ اور جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو آپؐ یکلخت چل پڑے اور وہاں سے رخصت ہونا چاہا مگر ابوطالب نے پیچھے سے آواز دی۔ جب آپؐ لوٹے تو آپؐ نے دیکھا کہ ابوطالب کے آنسو جاری تھے۔ اس وقت ابوطالب نے بڑی رِقّت کی آواز میں آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا :۔

"بھتیجے! جا اور اپنے کام میں لگا رہ۔ جب تک مَیں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے مَیں تیرا ساتھ دوں گا"۔[2]

(سیرۃ خاتم النبیینؐ ص ۱۳۶ ۔ ۱۳۷، ص ۱۴۹ ۔ ۱۵۲، ص ۱۷۹ ۔ ۱۸۱)

---

[1] ازالہ اوہام جلد ۱ صفحہ ۱ وابن ہشام وزرقانی ؛

پیشگوئی مصلح موعود

"اللہ تعالیٰ واعلامہ عزّ وجلّ خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفّر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی

ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُسکے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوّری نے اُسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دِل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے)۔ دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاوّل والآخر مظہر الحقّ والعلاء کانّ اللہ نزل من السّماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امراً مقضیّاً۔“

(اشتہار ۲۰ ر فروری ۱۸۸۶ء مشمولہ آخر آئینہ کمالاتِ اسلام)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا قائم کردہ

نظامِ امارت

(محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی زیرِ تصنیف کتاب سوانح فضلِ عمر جلد دوم کا ایک غیر مطبوعہ باب)

صدر انجمن احمدیہ کے نظام کی تکمیل کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعتِ احمدیہ کی متفرق شاخوں کی از سرِ نو تنظیم کی طرف بھی توجہ دی اور ہر جگہ با قاعدہ امارت کا نظام رائج کرنے کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے شعبہ جات کا ایک مقامی نمائندہ بھی مقرر کرنے کا انتظام فرمایا۔

امیر کی اصطلاح اسلام میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے جس کے معنے ایک لحاظ سے امیر مقرر کرنے والے کے نائب کے ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ امارت کا نظام قائم کرنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تمام رہنمائی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہی سے حاصل کی اور اطاعتِ امیر کی رُوح کو نظامِ جماعت میں بڑی کوشش اور محنت سے جاری وساری کیا۔

ابتداء میں جب آپ نے با قاعدہ نظامِ امارت قائم کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اس ارادہ کا اظہار مجلسِ مشاورت میں کیا اور مشورہ مانگا تو اِس بارہ میں بڑی دلچسپ آراء کا اظہار کیا گیا۔ عملاً مشورہ دینے والے دو گروہوں میں بٹ گئے جو اِس شدّت سے ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے تھے کہ گویا امیر بنانے کے حق میں جو لوگ تھے اُن کے نزدیک امیر مقرر نہ ہونے کی صورت میں ایمان جاتا رہے گا اور جو مخالف تھے ان کے نزدیک نظامِ امارت کے قیام سے اِس بات کا شدید خطرہ تھا کہ یہ نظامِ خلافت کا متوازی نظام بن کر جماعت کو تباہ کر دے گا۔ دونوں طرف کے قائلین نہایت مخلص اور سلسلہ کے اعلیٰ درجہ کے وفادار اور اطاعت گزار خدام تھے جو سوائے سلسلہ کی بہبود اور فلاح کے اَور کوئی جذبہ نہ رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود آراء میں دیانتدارانہ اختلاف اِس قدر تھا اور ایسے دلائل دونوں طرف سے پیش کئے جا رہے تھے کہ بظاہر دونوں گروہوں کے مابین اتفاقِ رائے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دونوں آراء سُن کر اس عمدگی اور حکمت سے تمام صورتِ حال کا تجزیہ کیا کہ تمام حاضرین مطمئن اور

متفق ہو گئے کہ بعض ضروری احتیاطوں اور شرائط اور استثناء کا لحاظ رکھتے ہوئے جماعت کی مختلف شاخوں میں امیر مقرر کئے جائیں۔ چنانچہ امیر کے فرائض اور اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"امارت کے فرائض

دراصل امارت کے فرائض کو لوگوں نے نہیں سمجھا جو میں نے بتائے تھے۔ گو اس تفصیل سے احادیث میں نہیں ملتے کیونکہ تیرہ سو سال کی بات ہے۔ مگر ان کا پتہ ضرور چلتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو مشورہ سے کام نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔ اور میں نے امیر کے لئے رکھا تھا کہ علی العموم کثرت رائے سے فیصلہ کریں۔ لیکن میں بھی یہی کرتا ہوں کوئی ایک آدھ ہی معاملہ سال میں ہوتا ہوگا جس میں میں کہوں کہ میری یہ رائے ہے اس کے مطابق عمل ہو ورنہ عموماً کثرت رائے سے جو تجویز ہو اُسی کو عمل میں لایا جاتا ہے۔ دیکھو اُحد کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ باہر جا کر مقابلہ کیا جائے مگر سب نے کہا کہ لوگ ہمیں بزدل کہیں گے۔ جب ہم کفر میں بزدل نہیں ہوئے تو اب کیوں کہلائیں۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن اُبی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مشورہ نہیں لیا تھا مگر اُس دن اُس کو بلایا اور پوچھا کہ وہ کیا کہتا ہے، شاید وہی کہے کہ باہر نہ جائیں اور لوگوں میں اس بات کی تحریک ہو۔ مگر اس نے بھی کہا کہ باہر ہی جانا اچھا ہے۔ جب باہر جانے لگے اور جوش کم ہوا تو صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ باہر آنا غلطی تھی اور ہم نے غلطی کی۔ مگر آپ نے نہ مانا اور کہا کہ نبی جب تیار ہو جاتا ہے تو پھر نہیں لوٹتا۔ اسی وقت انہیں سبق دینے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات مان لی اور اس جنگ میں ایک امیر مقرر کیا کہ اس کے حکم کے بغیر نہیں ہٹنا مگر پھر جو حالت ہوئی وہ ظاہر ہے۔

امیر کی پوزیشن

تو یہ بات کہ امیر کثرت رائے کی اتباع کرے۔ ۹۹ فیصدی یہی ہوگا کہ ایسا ہی کرے اور ممکن ہے کہ پانچ پانچ سال ایسا ہی ہو کہ اس کو اپنی بات منوانے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ مجھے

یاد نہیں پڑتا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہو جس کے خلاف مشورہ دیا گیا ہو اور میں نے کہا ہو کہ یہی کرو۔

تو امیر کے لئے یہ رکھا ہے کہ کثرت رائے سے فیصلہ کرے اور اگر اس کے خلاف کرے تو وجوہات لکھے۔ دوسرے لوگ اگر چاہیں تو خلیفۂ وقت کے پاس شکایت کریں۔ ....

اطاعت کی رُوح پیدا کرو

ہماری جماعت میں اطاعت کی رُوح ہونی چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر ایسے لوگوں کو مقرر فرماتے جو کم حیثیت ہوتے اور اشارۃً بیان کیا کہ دیکھوں لوگ اطاعت کرتے ہیں یا نہیں۔ اسامہؓ کو ایک بڑے لشکر کا سردار مقرر کیا اس خیال سے کہ آیا لوگ اطاعت کرتے ہیں یا نہیں۔ مدینہ میں والی غیر معروف مقرر کئے گئے اور ماتحت بڑے بڑے صحابی کئے۔ پس جماعت میں یہ مادہ ہونا چاہیئے کہ ذاتی فوائد کو جماعت کیلئے قربان کر دیں۔ یہی گُر ہے جس سے دشمن پر فتح پا سکتے ہیں۔ تو امراء کے تقرر سے انجمن ٹوٹتی نہیں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ پارٹی فیلنگ (FEELING) پیدا نہیں ہوگی اور کثرت رائے صحیح کثرت رائے ہوگی۔ انجمنوں میں پارٹی فیلنگ پیدا کی جاتی ہے۔ ممبروں سے کئی کئی وعدے خطابوں عہدوں کے دے کر ان کی رائے لی جاتی ہے۔ اصل میں اسلام ہی کی جمہوریت ہے جو امراء کے ذریعے قائم ہوتی ہے (اسی طرح حضرت صاحبؑ کے قواعد بنانے کے خلاف نہیں۔ جبکہ صدر انجمن احمدیہ کے قواعد ہوتے خلافت کو مانا اور بیعت ہوئی)۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۲ء صـ۳۸ تا صـ۴۱)

اسلام نے امارت کا جو تصور قائم کیا ہے حضورؓ اس سے بدرجۂ کمال واقف تھے اور اس کے ہر پہلو پر آپ کی گہری نظر تھی۔ چنانچہ زیرِ نظر مجلس مشاورت سے قبل بھی آپ نے متعدد بار اس موضوع پر جماعت کو بڑی قابلِ قدر نصائح فرمائیں اور منصبِ امارت کو اچھی طرح احباب جماعت کے ذہنوں میں جاگزین کرنے کی کوشش فرمائی۔ ذیل میں آپ کے اس خطاب سے دو اقتباس پیش کئے جا رہے ہیں جو آپ نے ۱۲/ فروری ۱۹۱۹ء کو لاہور روانگی سے قبل اہل قادیان سے فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں :-

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے باہر کسی مقام پر تشریف لے جاتے تھے تو

اور امور عامہ کے متعلق ناظر امور عامہ کا اور امیر سے صرف وہی معاملات متعلق ہوں گے جو مقامی ہیں۔" (الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۱۹ء صفحہ ۵)

امارتوں کے قیام کے علاوہ اسی سال حضور نے مجلس شوریٰ کے مشورہ کے ساتھ ہر جماعت میں مختلف سیکرٹریوں کا تقرر بھی فرمایا جو مرکزی نظارتوں کے کام میں اپنی اپنی جماعت کی نمائندگی کریں۔ اس اہم انتظامی فیصلہ کے نتیجے میں جماعت کی ہر شاخ میں ایک ایک قسم کی چھوٹی سی صدر انجمن احمدیہ کی تصویر بن گئی۔ ہر نظارت سے تعلق رکھنے والا ایک ایک سیکرٹری ہر جماعت میں اس غرض سے مقرر ہوا کہ متعلقہ نظارت کے ہر قسم کے کاموں کی نگرانی کرے اور تعمیری کاموں کو فروغ دینے کی کوشش کرے۔ یہ نظام آج بھی جماعت احمدیہ میں قائم ہے اور مزید مستحکم ہو چکا ہے۔ البتہ چھوٹی جماعتوں میں امیر کی بجائے صدر مقرر ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے امارت کے نظام کو نافذ کرنے کے بعد اسے نہایت عمدہ رنگ میں پروان چڑھایا اور بڑی احتیاط اور پیار کے ساتھ جماعت کی اس بارہ میں تربیت فرمائی۔ یہاں تک کہ آج قریباً ہر احمدی نظامِ جماعت کے اس پہلو سے خوب واقف ہو چکا ہے۔ فرائض اور امیر کے بارہ میں ہدایات کا اسے علم ہے اور احباب جماعت اپنے حقوق اور فرائض سے خوب واقف اور آشنا ہیں۔ چنانچہ جب کبھی بھی کسی فتنہ پرداز نے اس نظام میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کی جماعت نے بیک آواز اسے ناکام کر دکھایا۔ اختلافات کا پیدا ہونا تو ایک طبعی امر ہے اور زندگی کی علامت ہیں لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے اختلافات سلجھانے کا ایک ایسا عمدہ اسلوب جماعت میں رائج کر دیا کہ بڑے بڑے اہم اختلافات بھی بغیر کسی قباحت اور فتنے کے اس اعلیٰ نظام اور تربیت کی برکت سے زائل ہو جاتے ہیں۔ جب بھی جماعت کے کسی فرد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو کسی ایسے امر سے آگاہ کیا جو اس کے نزدیک امیر کو نہیں کرنا چاہیئے تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایسے موقع پر عموماً حسب ذیل طریق اختیار فرمایا:۔

اگر وہ شکایت بے نام ہوتی تو اس پر کوئی کارروائی نہ فرماتے اور خطبات میں بھی اس امر پر کئی دفعہ اظہارِ رائے فرمایا اور بتایا کہ اگر اس طرح بے نام شکایت کرنے والے ہوں تو اس سے جماعت میں بزدلی پیدا ہوگی اور جھوٹی شکایات کا ایک ایسا سلسلہ چل پڑے گا جس کی روک تھام ممکن نہ رہے گی۔ اگر شکایت کنندہ اپنا نام اور پتہ وغیرہ درج کرتا لیکن امیر جماعت کی وساطت کے بغیر شکایت بھیجتا تو حضور فوری طور پر امیر متعلقہ سے اس بارہ میں وضاحت طلب فرماتے۔ حضور عموماً یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ شکایت اس منتظم کی وساطت کے بغیر کی جائے جس کے خلاف وہ شکایت کر رہا ہے۔ اس خطرہ کے ازالہ کے لئے کہ شکایت

خفا ہوتے لیکن ناز برداری بھی کرتے۔ بے تکلّف مجالس میں بے تکلّف اظہارِ خیال کی نہ صرف اجازت دیتے بلکہ پسند فرماتے کہ احباب کھُل کر اپنے دل کی بات کریں۔ خود اپنے خلاف شکوے بھی سُنتے اور بڑے دلپذیر انداز میں اُن کا ازالہ بھی فرماتے۔

اپنے مقرر کردہ امراء سے حضور خاص محبت اور شفقت کا تعلق رکھتے تھے۔ خلیفہ اور امیر کے مابین محض رسمی قانونی رشتہ نہ تھا بلکہ اس میں ذاتی تعلق اور گہری ہمدردی اور شفقت کی وجہ سے ایک غیر معمولی جذباتی قوت بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ اگر اس سلسلہ میں ان تمام امراء کے ذاتی تجارب، مشاہدات اور واردات کو اکٹھا کیا جائے جنہیں حضورؓ کے ساتھ آپ کے مقرر کردہ امیر کی حیثیت سے کام کرنے اور اس تعلق سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ ملا، تو بلا شبہ یہ ایک طویل داستان بن جائیگی۔ سرِ دست صرف اتنا ذکر کافی ہے کہ جب بھی بعض ایسے امراء سے گفتگو ہوئی جنہیں آپ کے زمانہ میں امارت کے فرائض سرانجام دینے کا موقعہ ملا تو میں نے دیکھا کہ حضورؓ کی شفقت کی یادیں برسات کی گھٹاؤں کی طرح ان کے قلب و ذہن کی کائنات پر چھا گئیں۔

مکرم مرزا عبدالحق صاحب سلسلہ کے ان پُرانے مخلص خادموں میں سے ہیں جنہیں امیر مقامی و ضلع و صوبہ کی حیثیت سے بہت لمبا عرصہ سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی ہے۔ ایک مرتبہ سیالکوٹ سے واپسی پر ہمیں کار میں اکٹھے سفر کرنے کا موقع ملا۔ اس سفر میں سیالکوٹ سے لیکر سرگودھا تک مسلسل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ذکر چلتا رہا۔ محترم مرزا عبدالحق صاحب مختلف واقعات بیان کرتے رہے۔ بات سے بات نکلتی چلی گئی۔ یہ ذکر اتنا دلچسپ اور دلگداز تھا کہ اس لمبے سفر کے ختم ہونے کا احساس بھی نہ ہوا۔ محترم مرزا صاحب حضرت صاحبؓ کی غیر معمولی شفقت کے واقعات بیان کرتے تو بسا اوقات آواز گلوگیر ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ مختلف واقعات میں سے ایک واقعہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب کو ایک غیر از جماعت دوست کی سفارش کے سلسلہ میں ان کے ساتھ حضورؓ کی ملاقات کے لئے دھرمسالہ جانا پڑا۔ دھرمسالہ ایک صحت افزا پہاڑی مقام ہے جہاں حضورؓ کبھی کبھی گرمیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب کو رہائش کے لئے اُن کو ارڈول میں جگہ ملی، جہاں مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ اور مکرم مولانا عبدالرحیم صاحب درد رضی اللہ عنہ قیام پذیر تھے۔ وہ جگہ کوئی خاص آرام دہ جگہ نہیں تھی۔ حضرت صاحبؓ سے ملاقات کے بعد مرزا صاحب واپس اپنے گھر گورداسپور پہنچے تو حضرت صاحبؓ نے خط لکھ کر آپ سے دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے چہرے پر بہت افسردگی تھی۔ اس پر مرزا صاحب نے بے تکلفی سے یہ لکھ دیا کہ کچھ تو

سفر کی تکان کا اثر تھا لیکن زیادہ تر اس وجہ سے کہ جہاں میں ٹھہرا تھا وہ جگہ کوئی آرام دہ جگہ نہ تھی۔ جب حضورؓ پہاڑ پر تشریف لے جاتے ہیں تو کوٹھی ایسی لیا کریں جہاں مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے نسبتاً زیادہ مناسب انتظام ہو۔ بظاہر یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ لیکن دوسرے ہی سال جب حضرت صاحب دوبارہ دھرمسالہ تشریف لے گئے تو مرزا صاحب کو تار دیکر طلب فرمایا۔ وہ کہتے تھے کہ میں گیا تو اس حصہ میں جہاں حضور خود قیام فرما تھے ساتھ کا کمرہ خالی کروا دیا اور بے حد تلطف کے ساتھ غیر معمولی مہمان نوازی کے علاوہ خود میرے کمرے میں تشریف لاتے اور میری چارپائی پر بیٹھ کر دیر تک بڑی محبت سے گفتگو فرماتے رہے۔ میں جانتا تھا کہ یہ سب اُس شکوہ کا ازالہ ہو رہا ہے جو میں نے بے تکلفی میں گزشتہ سال کیا تھا۔

عموماً سب احباب جماعت سے حضورؓ کا سلوک ایسا ہوتا تھا کہ سب یہی تاثر لیتے کہ ہم خاص مقرب ہیں لیکن امراء میں تو بالخصوص یہ تاثر غیر معمولی شدّت سے پایا جاتا تھا۔ چنانچہ میں نے جن پُرانے امراء سے بھی بات کی ہر ایک نے یہی بیان کیا کہ اُن پر حضورؓ کی شفقت کی نظر غیر معمولی تھی۔ یہ ایسی یادیں ہیں جو دل سے مٹائی نہیں جا سکتیں۔ حضورؓ کے پُرانے ساتھی اور سلسلہ کے دیرینہ کارکنان جس محبّت اور عشق کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے ہیں اس جذبے کو ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ ذکر کرنے والے پر ایک عجیب سوز و گداز کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو ذکر سُننے والے کے دل کو بھی گرمیٔ عشق سے پگھلا دیتی ہے اور آہیں دُعائیں بن کر دل سے اُٹھنے لگتی ہیں ؀

(سوانح فضل عمرؓ جلد دوم صفحہ ۱۶۶ تا ۱۷۵)

"میں ساری دُنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دُنیا کے پردہ میں کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ آج دُنیا کے پردہ پر سوائے میرے اَور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے دُنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دُنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔"

(الموعود۔ تقریر حضرت المصلح الموعودؓ فرمودہ
۲۸ دسمبر ۱۹۴۴ء بمقام قادیان)

عہدیداران انصاراللہ کے سہ سالہ انتخابات

انصاراللہ کے زعماء/زعماء اعلیٰ کی سابقہ میعاد ۳۱ فتح ۱۳۵۸ ھش (دسمبر ۱۹۷۹ء) میں ختم ہو چکی ہے تمام امراء/صدر صاحبان جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں درخواست ہے - کہ وہ آئندہ تین سال کیلئے زعیم/زعیم اعلیٰ کا انتخاب کروا کر اس کی رپورٹ اپنی سفارش کے ساتھ مرکز میں جلد بھجوا دیں - جزاکم اللہ احسن الجزاء

قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ (ربوہ)

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اشتہار تکمیل تبلیغ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء

تحریر فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اوّل بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجّد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اَور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر یک ذلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر مُنہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا، اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔